حضرت امیر خسروؒ
کی سو غزلوں کا اردو منظوم ترجمہ
دوگونہ
از
صوفی تبسم
کتابی دُنیا دہلی

دوگونہ

حضرت امیر خسروؒ

کی سو غزلوں کا

اُردو منظوم ترجمہ

از

صوفی تبسم

کتابی دنیا دہلی ۔ ٦

DO GONEH

(Translation of Amir Khusrau's 100 Ghazals in Urdu Ghazals)

by

SUFI TABASSUM

YEAR OF EDITION : 2005

ISBN-81-87666-88-9

PRICE Rs.100/-

نام کتاب	دوگونہ (حضرت امیر خسرو کی سو غزلوں کا اردو منظوم ترجمہ)
مصنف	صوفی تبسم
سنہ اشاعت	۲۰۰۵ء
قیمت	۱۰۰ روپے
مطبع	کاک آفسیٹ پرنٹرس۔ دہلی

Published by:

KITABI DUNIYA

1955, Gali Nawab Mirza, Mohalla Qabristan,
Turkman Gate, Delhi-110006 (INDIA)
E-mail kitabiduniya@rediffmail.com
Mobile 9313972589 Phone 23288452

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض حال

ماہ جولائی ۱۹۷۴ء کے وسط میں نیشنل کمیٹی کے زیر اہتمام ''مجلس مطبوعات،، کا ایک اجلاس ہوا جس میں حضرت امیر خسروؒ کے ہفت صد سالہ جشن کی تقریبات کے موقع پر مناسب کتب کو طبع کرانے پر غور کیا گیا۔ اس ضمن میں خاکسار نے یہ تجویز پیش کی کہ اگر ان مطبوعات میں حضرت امیر خسروؒ کی دس ایک غزلوں کا اردو میں ترجمہ بھی ہو جائے تو اچھی بات ہوگی۔ اس پر اراکین مجلس نے تحسین کا اظہار کیا لیکن ساتھ ہی یہ ارشاد ہوا کہ دس غزلوں کا نہیں سو غزلوں کا ترجمہ ہونا چاہیے تا کہ ایک مستقل کتاب کی صورت بن جائے۔

یہ کٹھن کام تھا لیکن ۔

قرعۂ　فال　بنام　من　دیوانہ　زدند

دو مہینوں کی محنت شاقہ کے بعد یہ مرحلہ طے ہوا۔ خاکسار اس کوشش میں کس حد تک کامیاب ہوا ہے، اس کا فیصلہ اہل ذوق ہی کر سکتے ہیں۔ میں ذاتی طور پر اُس کام کی تکمیل کو اُس عقیدت اور محبت پر محمول کرتا ہوں جو مجھے بچپن ہی سے خسروؒ کی ذات اور ان کی فنکارانہ عظمت سے رہی ہے۔

اسی سلسلے میں سب سے پہلے مجھے اپنے مکرم دوست پروفیسر وقار عظیم صاحب کا شکریہ ادا کرنا ہے جنھوں نے قدم قدم پر میری رہنمائی فرمائی اور ترجمے کے بارے میں بعض نہایت مفید اور اہم عروضی، لسانی اور بیانی مشورے بھی دیے۔ پروف ریڈنگ میں میرا ہاتھ بٹایا اور دیباچہ لکھ کر میری حقیر کوشش کو بھی سراہا۔

کتاب کی طباعت سے پہلے اشعار کی ترتیب اور صفحات کی تزئین کا کام توجہ طلب تھا۔ محمود رومی صاحب نے جو ''پیکیجز،، میں شعبۂ فنون لطیفہ کے صدر ہیں یہ نازک اور لطیف کام بطریق احسن سر انجام دیا۔

اخلاص بڑی نعمت ہے۔ مخلص دوست خوش وقتیوں ہی میں نہیں، سختیوں میں بھی کام آتے ہیں۔ ''دوگونہ،، کی طباعت میں ہزار گونہ مشکلات کا سامنا تھا۔ دوستوں نے ہر طرح سے میری یاوری اور حوصلہ افزائی کی۔ اس ضمن میں اپنے احباب میں سے سب سے زیادہ اپنے ہمدم دیرینہ چودھری شیر محمد ایم اے، کا ممنون ہوں جو گزشتہ تین ماہ میں بار ہا اپنا گھر بار چھوڑ کر لاہور آئے اور میرے ساتھ دن رات اس کٹھن کام کو سر انجام دیتے رہے۔ خدا ان کی دوستی، خلوص اور جذبۂ مروت کو اور بھی استوار کرے۔

احقر

صوفی تبسم

تعارف

''دوگونہ،، قند مکرر ہے کہ یہاں خسروؒ کی شیریں زبانی اور شکر مقالی دو مختلف صورتوں میں لذت کام و دہن کا سرمایہ بہم پہنچاتی ہے، ایک صورت شیرینیٔ فارسی کی ہے اور دوسری حلاوت اردو کی۔ ''دوگونہ،، بوقلموں خیالات کے جلووں کا نگارخانہ بھی ہے اور رمز و حقیقت کی سرشاریوں کا میخانہ بھی، ایسا نگارخانہ اور ایسا میخانہ جس میں ایک ہی پیکر حسن و جمال دو جلوے دکھاتا اور ایک ہی بادۂ خیال دو آبگینوں میں ڈھلتا ہے۔ ''دوگونہ،، ایک معجزۂ فن ہے، جس کا ظہور اس لیے ممکن ہوا کہ خسروؒ کے نغمۂ شیریں کو اُردو کے پیکر میں منتقل کرنے کے کام کا بیڑا ایک ایسے شخص نے اٹھایا جو فارسی کی کلاسیکی شاعری کے اساتذہ میں استاذ الاساتذہ کے مقام پر فائق ہے، بحیثیت شاعر جس کی نغز گوئی کا سکہ اردو اور فارسی دونوں کی اقلیم سخن میں رواں ہے، جو اُردو اور فارسی دونوں کے لسانی مزاج کی نزاکتوں اور لطافتوں کا کامل رمز شناس ہے اور دونوں زبانوں پر اُس کی قدرت ایک مسلمہ حقیقت ہے۔

ان سارے امتیازی اوصاف کے باوجود اب سے چند مہینے پہلے جب صوفی صاحب نے خسروؒ کی غزلوں کو اردو میں منتقل کرنے کی طرف توجہ کی تو محسوس ہوا کہ اس نابغۂ روزگار کے بے پایاں تخیل کو گرفت میں لانے کے لیے اس کے پورے کلام کا از سر نو مطالعہ ضروری ہے۔ اس ضرورت کی تکمیل نے آہستہ آہستہ ایک مہم کی صورت اختیار کر لی۔ کلام خسروؒ کے نسخے فراہم ہوئے اور زمانی ترتیب سے ان کا مطالعہ شروع ہوا۔ مطالعے کا سفر مرحلے اور منزلیں طے کرتا رہا۔ ہر مرحلے اور ہر منزل پر خسروؒ کے فکر و فن کے ایک نئے گوشے، نئے رخ کا انکشاف ہوتا رہا اور ہر انکشاف سفر شوق کی مہمیز بنتا رہا۔ یہ سفر شوق کئی مہینے جاری رہا اس سفر میں کبھی کبھی مجھے بھی صوفی صاحب

صاحب کی ہمرکابی کا شرف حاصل رہا اور اس ہمرکابی میں مجھے اس انہماک اور استغراق کے مشاہدے کا موقع ملا جو ترجمے کے ان چند مہینوں میں ان کا معمول بن گیا تھا۔ خلوت وجلوت میں اب صوفی صاحب کا ذہن خسرو کے تخیلات کی جولانگاہ تھا۔ خسروؒ کی غزلوں کے مصرعے اور شعر گنگنائے جا رہے ہیں۔ انہیں کاغذ پر لکھا جا رہا ہے، لفظ بدلے جا رہے ہیں، ترکیبوں میں ردوبدل ہو رہا ہے، ایک غزل کو چھوڑ کر دوسری غزل کو اختیار کیا جا رہا ہے۔ ابتدائی مرحلوں میں ترجمے کے لیے جن غزلوں کا انتخاب ہوتا وہ عموماً خیال اور بیان میں سیدھی سادھی ہوتیں۔ دو ایک لفظوں کی تبدیلی سے فارسی غزل اردو کی غزل بن جاتی۔ ''دوگونہ،، کی ابتدائی غزلوں میں یہ رجحان نمایاں ہے۔

ترجمے کا اگلا مرحلہ پہلے مرحلے کے مقابلے میں نازک تر اور لطیف تر ہے۔ یہاں ترجمہ محض نقل نہیں۔ خسروؒ کا اسلوب اور اس کا تخیل پوری طرح مترجم کی گرفت میں ہے۔ دونوں چیزوں سے اُس کی یگانگت کا رشتہ قریبی بھی ہے اور مستحکم بھی۔ اب ترجمہ کرتے وقت حسب ضرورت طرح طرح کی تبدیلیاں عمل میں لائی جاتی ہیں۔ ردیفیں ترک بھی کی جاتی ہیں اور خوش آہنگی کی خاطر انہیں طویل تر بھی کیا جاتا ہے، بحروں میں تبدیلی روا رکھی جاتی ہے اور چھوٹی بحروں کو طویل تر بحروں کے مقابلے میں ترجیح دی جاتی ہے۔ اصل میں استعمال ہونے والے لفظوں اور ترکیبوں میں ایسی تبدیلیاں کی جاتی ہیں جو دو زبانوں اور دو زبانوں کی شاعری کی روایت کے لازمی فرق سے ہم آہنگ ہوں۔ ترجمے کا یہ دور ہے کہ اس کی غزلوں کا مطالعہ کریں تو ان میں بار بار ایسے مصرعے اور شعر آتے ہیں جنھیں مضمون کی لطافت یا بیان کی نزاکت کی بنا پر اصل پر تفوق حاصل ہے مثلاً فارسی کا شعر ہے۔

بارہا کردہ ہم توبہ زمی باز مرا
چشم مست تو بہ میخانہ کشید اے ساقی

اب ترجمہ ملاحظہ کیجیے:

کر کے توبہ میں چلا آیا تھا میخانے سے
تیری مست آنکھوں نے پھر کھینچ لیا اے ساقی

اب چند مصرعے اور شعر:

تا تو نہ نمائی رو گیرم زلف

☆☆☆☆

ڈھانک لوں زلف سے تیرا چہرہ
زیستم باز مبارک کہ باز
در تن مردہ قدم جان رسید

☆☆☆☆

تن میں پھر تازگی جاں آئی
پھر کوئی خلد بداماں آیا
چہ گویندم کہ دل نہ پند بشنو
کہ صد منزل ز من راہ است تا دل

☆☆☆☆

میں دل کو کس طرح سمجھاؤں ناصح
کہ کوسوں دور ہے مجھ سے مرا دل
بشنو ز کرم حدیث خسرو

☆☆☆☆

اک بار تو سن لے حال خسرو
شمع فلک برآید با آتشیں زبانہ
ساقی نہ مسلماں در دہ مئی مغانہ

☆☆☆☆

شمع فلک سے اُبھرا وہ آتشیں زبانہ
ساقی مئی مغانہ، ساقی مئی مغانہ

اور پھر اس سفر شوق میں ایک مرحلہ ایسا آیا جب من وتو کا امتیاز اُٹھ گیا اور خسروؒ کے نغمے بول اور لے دونوں میں صوفی تبسم کے نغمے بن گئے۔ وہی سوز اور وہی سرمستی، وہی شیرینی اور وہی رنگینی اور دل و دماغ کو یکساں مسخر اور مسحور کر لینے کا وہی وصف۔ یہاں خسروؒ کی واردات، صوفی تبسم کی اپنی واردات معلوم ہوتی ہے۔ خسروؒ کے جس تجربے تک صوفی تبسم نے تخیل کی راہ سے رسائی حاصل کی تھی، اُن کے حسی تجربے نے اسے زیادہ وسیع اور زیادہ معنی خیز بنا دیا ہے اور

یہاں جذبے کے بیان میں گرم جوشی اور سرشاری کی کیفیت زیادہ نمایاں ہے۔ سرشاری اور گم گشتگی کے اس مرحلے پر اجتہادات کے دروازے کھلے، بحر، ردیف، قافیہ سب نقالی کی گرفت سے آزاد ہوئے اور فارسی غزل ایک لطیف تر اور حسین تر پیکر میں جلوہ آرا ہوئی۔ اس طرح کی متعدد غزلوں میں سے ایک غزل وہ ہے جس کا مطلع ہے:

نگارا چوں تو زیبا کس ندیدہ است
چناں روئی، نگارا کس ندیدہ است

اس مطلع کا ترجمہ یوں ہوا ہے

مری جاں تجھ سا یہ انداز زیبا کس نے دیکھا ہے
یہ جسم مرمریں، یہ قد رعنا کس نے دیکھا ہے

یہاں بحر میں اور ردیف کے الفاظ میں جو تبدیلی نظر آتی ہے اسے حسن ذوق کی رہنمائی اور ذہن خلاق کی رسائی کا کرشمہ سمجھنا چاہئے کہ خیال کی پہنائی اور بیان کی توانائی میں ترجمہ نے اصل کی حدوں کو توڑ کر اپنے لئے نئی حدیں قائم کی ہیں۔ یہی منزل ہے جسے میں ترجمے میں معجزۂ فن کی منزل سمجھتا ہوں اور خسروؒ کی سو غزلوں کے ترجمے میں صوفی تبسم کی قادر الکلامی نے یہ معجزہ بار بار دکھایا ہے ترجمہ کی ہوئی غزلوں میں سے بہت کم ہیں جن پر صوفی تبسم کی اپنی ذات کی نفاست اور لطافت کا گہرا نقش نہ ہو۔ "دو گونہ،، کا کوئی ورق کھولئے وہ معجزہ نگاری کا کرشمہ نظر آئے گا اور دل اس کرشمہ کو ایک سرمایۂ عزیز جان کر محفوظ رکھنے کا آرزو مند ہوگا۔

وقار عظیم

سمن آباد، لاہور
۱۸/اکتوبر ۱۹۷۵ء

خسرو

چو زلفش فتنہ شد بر جان دلم آباد کی ماند
غم هجران ز حد بیرون درونم شاد کی ماند

مکن عیب ار بنالد جان چو نقدتن همہ بُردی
کسی کش خانہ غارت گشت بی فریاد کی ماند

دلی داری کہ دردی نازمودہ از بلا هرگز
من ارچہ درد خود گویم، بر آن دل یاد کی ماند

خرابی ہاست بر جان من از دست خیال تو
چو سلطان تیغ کین برداشت ملک آباد کی ماند

ترجمہ

وہ گیسو فتنۂ جاں ہوں تو دل آباد کیا ہوگا
غمِ ہجراں کا یہ عالم تو کوئی شاد کیا ہوگا

جو نالاں ہے مری جاں دل کی ویرانی پہ ہونے دو
کسی بے خانماں کے لب پہ جز فریاد کیا ہوگا

نہ جانے کیسے کیسے داستانِ درد دہرائی
مگر اُس درد سے ناآشنا کو یاد کیا ہوگا

تمہاری یاد دل پر لائی ہے بربادیاں کیا کیا
جو سلطاں ہی ستم ڈھائے تو ملک آباد کیا ہوگا

خسرو

سبزه هَمان و گل و صحرا هَمان
باغ هَمان، سایه هم آنجا هَمان

گردِ چمن شاهد زیبا بسی
در دلِ من شاهدِ زیبا هَمان

پهلوی من صد بُتِ جان بخش وای
آنکه مرا می‌کشد الا هَمان

نام نماند از دل و جان و هنوز
عشق هَمان است و تمنا هَمان

ترجمہ

سبزہ وہی، دامن صحرا وہی
باغ کا مہکا ہوا سایہ وہی

سامنے نظروں کے بہت نازنیں
دل میں مرے شاہد رعنا وہی

ہر طرف ہیں گلرخانِ دلنواز
اُس بُتِ بے مہر کا شیوا وہی

کھو دیے ہیں جان و دل ، پھر بھی ابھی
شوق وہی، ذوقِ تمنا وہی

خسرو

دلم از بخت گھی شاد نبود
جانم از بند غم آزاد نبود

یکدم از عمر گرانی نگذشت
کآن ھمہ ضائع و برباد نبود

گر ببینی دلِ ویران مرا
گوئیا ھیچگہ آباد نبود

شب ھمی دانم گو آمد و بس
بیش ازین خویشتنم یاد نبود

ھرچہ می خواست ھمی کرد طبیب
ناتوان را سرِ فریاد نبود

ترجمہ

دلِ بدبخت کبھی شاد نہ تھا
درد و غم سے کبھی آزاد نہ تھا

نہ ملا عمر گراں مایہ میں
ایک لمحہ کہ جو برباد نہ تھا

ایسا برباد ہوا خانۂ دل
جیسے پہلے کبھی آباد نہ تھا

تھا یہی یاد کہ مہمان ہیں وہ
رات کچھ اس کے سوا یاد نہ تھا

جو بھی چاہا کیا چارہ گر نے
کوئی بھی چارۂ فریاد نہ تھا

خسرو

من از دستِ دل دوش دیوانہ بودم
همہ شب در افسون و افسانہ بودم

ز دل شعلۂ شوق می‌زد بیادش
بران شعلۂ شوق، پروانہ بودم

بمسجد رود صبح هُر کس بمذهب
منِ نا مسلمان بہ بتخانہ بودم

دل و جان و تن با خیالش یکی شد
همین منِ در آن جمع بیگانہ بودم

خرابیِ خسرو نگفتم برویش
کہ بی‌هوش از آن حسن مستانہ بودم

ترجمہ

میں کل دل کے ہاتھوں سے دیوانہ تھا
سراپائے افسون و افسانہ تھا

کوئی یاد دل سے اُبھر کر اُٹھی
فروزاں تھا شعلہ، میں پروانہ تھا

مسلمان تھے مسجد میں محو دعا
میں کافر رواں سُوئے بتخانہ تھا

خیال اسکا اور جان و دل ایک تھے
فقط اُن میں مَیں ایک بیگانہ تھا

مری مستیاں مجھ سے خسرو نہ پوچھ
مرے سامنے حسنِ مستانہ تھا

خسرو

زلف از باد دگر باشد و در شانہ دگر
مست بگرفتہ لب ساغرِ مستانہ دگر

در غمت جاں ز تنم رفت و خیال تو ہماند
عاقبت خویش دگر باشد و بیگانہ دگر

دل آسودہ دگر، حال پریشان دگر است
شہرِ آباد دگر باشد و ویرانہ دگر

اصل شہوت کہ خود آرائی بود سوختن است
کرمِ شب تاب دگر باشد و پروانہ دگر

ای دل افسانہ کہ گفتی و ببردی خوابم
بہرِ خوابِ اجلم گوی یک افسانہ دگر

گفت مجموع دروغ آنچہ گمان می بردند
کہ چو خسرو نبود عاقل و فرزانہ دگر

ترجمہ

ہے ہوا میں زلفِ لرزاں اور، زیرِ شانہ اور
مست کے ہاتھوں میں آیا ساغرِ مستانہ اور

جاں گئی پر دل میں تیری یاد باقی رہ گئی
آخر اپنا، اپنا ہی ہوتا ہے اور بیگانہ اور

ہے دل آسودہ کچھ، حال پریشاں اور کچھ
شہر آباد اور شے ہے، ہوتا ہے ویرانہ اور

جس کو کہتے ہیں محبت، ہے فقط جلنے کا نام
کرمِ شب جو ہو سو ہے سوزشِ پروانہ اور

تیرے افسانوں سے اے دل کتنی نیندیں اڑ گئیں
جس سے خواب مرگ طاری ہو کوئی افسانہ اور

کس قدر وہ جھوٹ کہتے ہیں جو فرماتے ہیں یہ
ہم نے خسرو سا نہیں دیکھا کوئی فرزانہ اور

خسرو

خرم آن روز کہ من آن رخ زیبا بینم
او کند ناز و من از دور تماشا بینم

دل نہ و صبر نہ و هوش نہ و طاقت نہ
من در آن صورت زیبا بچہ یارا بینم

دل من گاہ خرامیدنش از دست برفت
هر کجا پای نهاد است من آنجا بینم

کیست خسرو کہ کند بوسہ زپایٔ تو هوس
این بسم نیست کہ از دور در آن پا بینم

ترجمہ

کاش میں بھی کبھی وہ چہرۂ زیبا دیکھوں
دور سے ناز بھرے حسن کا جلوہ دیکھوں

دل نہیں، صبر نہیں، ہوش نہیں، تاب نہیں
کس طرح سے میں تری صورت زیبا دیکھوں

یہ ترا حسن خرام اور یہ دل کا عالم
کہ میں مبہوت ترا نقش کف پا دیکھوں

اس کے پا بوس کی دولت ہے بڑی شے خسرو
یہی کافی ہے کہ میں نقش کفِ پا دیکھوں

خسرو

منم بخانہ تن اینجا و جان بجای دگر
بدل توئی و سخن بر زبان بجای دگر

بوستان روم از غم ولی چہ سود کہ ہست
دلم بجای دگر بوستان بجای دگر

مگو کہ یار دگر کن، کنم اگر بینم
لطافتی کہ تو داری ہمان بجای دگر

کجا بگوی تو ماند نسیم باغ بہشت
زمین است جای دگر، آسمان بجای دگر

بگو چگونہ توان گفت زندہ خسرو را
کہ او بجائی دگر ماند و جان بجای دگر

ترجمہ

مکیں ہوں گھر میں ، یہاں تن ہے اور جاں ہے کہیں
ہے دل میں راز ترا، راز کا بیاں ہے کہیں

میں کیسے باغ میں لے جاؤں یہ دل غمگین
کہ میری جاں ہے کہیں اور گلستاں ہے کہیں

یہ کہہ رہے ہو کہیں اور دل لگاؤ، مگر
تمہارے حسن کے جلووں کا یہ سماں ہے کہیں

تمہارے کوچے میں ٹھہرے کہاں نسیم بہشت
کہ یہ زمیں ہے کہیں اور آسماں ہے کہیں

بتاؤ خسرو کو ہم زندہ کس طرح کہہ دیں
کہ وہ ہے اور کہیں اور اس کی جاں ہے کہیں

خسرو

ای سوم را بخاک پات نیاز
عاشقی را ز سر کنم آغاز

گفتی از من نهان مکن رازت
کی شنیدی که من نگفتم راز

یادم آید ز زلف او ای دل
باز گوئی بما شب است دراز

گوشه می گیرم از کمانِ تو لیک
می زند غمزهٔ تو تیرم باز

یکدم ای بخت باز روشن کن
چشم محمود را بپای ایاز

ترجمہ

یہ تری خاکِ پا، یہ میرا نیاز
عشق کا ہر گھڑی نیا آغاز

کہتے ہو مجھ سے راز دل نہ چھپا
میری ہر بات سے عیاں ہے راز

اُس کی زلفوں کی یاد آتی ہے
پھر کہو رات کس قدر ہے دراز

جب خطا ہو تو لوٹ آتا ہے
تیرِ غمزہ کا ہے نیا انداز

چشمِ محمود اب بھی روشن ہے
ہے عجب سرمہ خاکِ پاے ایاز

خسرو

ز من چون دل ربودی، رفت جان نیز
کہ در دل داشت شوقت این و آن نیز

ز یاقوتِ لبت ما را طمع ھاست
کزو زندہ است جان وھم روان نیز

دلی بودم، شد آن پابند زلفت
نمی یابم ازو نام و نشان نیز

سرِ پا بوس تو تنھا نہ دل راست
کہ مشتاق است جانِ ناتوان نیز

غمت خسرو چہ گوید آشکارا
کہ نتوان گفت راز تو نھان نیز

ترجمہ

لٹا دل، لٹ گئی ہے اپنی جاں بھی
سمایا تھا یہاں بھی تو، وہاں بھی

تیرے لعلیں لبوں کے چومنے کو
ترستا ہے یہ دل بھی اور جاں بھی

تیری زلفوں میں الجھا تھا کبھی دل
مگر اب مٹ گیا نام و نشاں بھی

فقط دل ہی نہیں مشتاقِ پا بوس
کہ ہے بے تاب جانِ ناتواں بھی

بیاں ہو آشکارا کیسے وہ غم
کہا جائے نہ خسرو جو نہاں بھی

خسرو

شبم خیال تو بس با قمر چہ کار مرا
من و چو کوہ شمی، با سحر چہ کار مرا

من آستانِ تو بوسم، حدیثِ لب نکنم
چو من بخاک خوشم با شکر چہ کار مرا

اگر قضا است کہ میرم بعشق تو آری
بکارہای قضا و قدر چہ کار مرا

بطاعتم طلبند و بہ عشرتم خوانند
من و غم تو، بکار دگر چہ کار مرا

ترجمہ

یاد ہے تیری ضوفشاں مجھ کو قمر سے کام کیا
رات ہے میری بے کراں نورِ سحر سے کام کیا

کیوں نہ میں تیرا آستاں ذوقِ نظر سے چوم لوں
بوسئہ لب کو کیا کروں، قند و شکر سے کام کیا

زیست کی رہ گذار میں منزلِ عشق ہے فنا
ہے یہی گر مری قضا، جبر و قدر سے کام کیا

کیا ہے یہ دولت خوشی مجھ کو ہے تیرا غم بہت
طاعت اور عشرت جزا، ایسی خبر سے کام کیا

خسرو

مرا ہر ت خصومت ھاست با دل
کنون با من درین سودا و با دل

اگر باد سر زلفت ھمین است
کجا ما و کجا جان و کجا دل

ز تو از گوشۂ چشمی اشارت
ز ما عقل و ز ما جان و ز ما دل

چہ گویندم کہ دل نہ پند بشنو
کہ صد منزل ز من راھست تا دل

بیک دلدار بس کن خسرو از آنکہ
کہ نہد ھیچ عاشق جا بجا دل

ترجمہ

تری خاطر مرا دشمن ہوا دل
محبت میں مصیبت بن گیا دل

یہی ہیں گر تری زلفوں کے تیور
تو کیا ہم اور کہاں جان اور کیا دل

اُدھر چشم کرم کا اک اشارہ
اِدھر جاں ہے تصدق اور فدا دل

میں دل کو کس طرح سمجھاؤں ناصح
کہ کوسوں دور ہے مجھ سے مرا دل

بس اک دلدار ہی کافی ہے خسرو
کوئی یوں پھینکتا ہے جا بجا دل

خسرو

یا دلم را بہ راز محرم شو
یا تنم را بدوز و مرهم شو

گر نہ ای آگہ از درونۂ من
یک زمای بیا و همدم شو

نہ شوی گم بہ پرسشی کہ کنی
ور شوی کم بدین قدر کم شو

ور غمت بهرِ بُردنِ دلِ ماست
دلِ ما را بگیر و بی غم شو

چند سر بر کنی ز جیب جفا
یا بدامن کش و فراهم شو

ترجمہ

یا مرے رازِ دل کا محرم ہو
یا مرے زخم تن کا مرہم ہو

حالتِ دل کی کیا خبر تجھ کو
ایک پل آکے میرا ہمدم ہو

کم نہ تو ہوگا پرسش غم سے
کم اگر ہو بھی، اتنا تو کم ہو

دلبری کا اگر ہے فکر تجھے
دلبری کرلے، فارغ غم ہو

اس قدر ہم سے برہمی کیسی
چھوڑ یہ شیوہ، اب نہ برہم ہو

خسرو

ای آرزوی هزار سینه
و اندر دلِ تو هزار کینه

هستم ز برت که هست پیدا
در جامه، چو می در آبگینه

هر قطرهٔ خون ز چشم من هست
بر خاتمِ عاشقی نگینه

ای عشق چه نام و ننگ جوئی
در آب روان کن این سفینه

ننگِ همه عاشقانست خسرو
مپسند سفال در خزینه

ترجمہ

تو آرزوے ہزار سینہ
اور دل میں ترے ہزار کینہ

وہ جسمِ لطیف پیرہن ہیں
مے جیسے درونِ آبگینہ

آنکھوں میں مری یہ قطرۂ خون
ہے خاتمِ عشق کا نگینہ

عشق اور یہ حفظ نام و ناموس
طوفان میں چھوڑ یہ سفینہ

خسرو ہے تمہارے عاشقوں میں
ہو جیسے سفال اور خزینہ

خسرو

عشق تو هر لحظه فزون می شود
دل ز غمت قطرهٔ خون می شود

در هوسِ سلسلهٔ زلفِ تو
عقل مبدل بجنون می شود

بسکه گران است سر از جامِ عشق
زیرِ سرم دست ستون می شود

عشق تو ورزیم که سلطانِ عقل
در کفِ عشق تو زبون می شود

شوق تو جوئیم که از بار آن
قامتِ افلاک نگون می شود

در دل خسرو مگر آن آتش است
کز جهتش دود برون میشود

ترجمہ

یوں لحظہ لحظہ عشق فزوں ہو کے رہ گیا
دل ترے غم میں قطرۂ خوں ہو کے رہ گیا

اُلجھے کچھ ایسے زلفِ پریشاں کے سلسلے میں
زور خرد بھی جوشِ جنوں ہو کے رہ گیا

نشے سے جام عشق کے اتنا ہوں سرگرداں
یہ ہاتھ میرے سر کا ستوں ہو کے رہ گیا

ہوتے ہیں ہم ہی گرمِ سفر راہِ عشق میں
یہ سالک خرد تو زبوں ہو کے رہ گیا

یہ عشق تو برات ہے اپنی، کہ خوف سے
یہ گنبد فلک تو نگوں ہو کے رہ گیا

خسرو کے دل میں آتش اُلفت کا یہ سماں
طوفانِ آہ اور فزوں ہو کے رہ گیا

خسرو

دل از بند اُلفت رہا کی شود
دلت با دلم آشنا کی شود

بگوئی کہ از لعل سیراب تو
مرادِ دلِ ما روا کی شود

ولی مرہم لعلِ خود کام تو
بکام دل ریشِ ما کی شود

نمی شد دل از بند زلفش رہا
کنون دل نھادیم، تا کی شود

کجا ھمدم و یار خسرو شوی
کہ شہ ھم نشینِ گدا کی شود

ترجمہ

دل تری زلف سے رہا کب ہو
جانے تو مجھ سے آشنا کب ہو

لعل سیراب جانفزا سے ترے
حاجتِ دل مری روا کب ہو

تیرے خود کام لب کے مرہم سے
زخم دل کی مرے دوا کب ہو

دل مرا دردِ ہجر سے آزاد
آج تک تو نہ ہوسکا، کب ہو

ہمنشیں کیسے ہو تو خسرو کا
بادشہ ہمسرِ گدا کب ہو

خسرو

غم کشی چند یار خویش کنم
گریہ بر روزگارِ خویش کنم

بادل خویش درد خود گویم
مویہ بر سوگوارِ خویش کنم

چون بجز غم کسی نہ محرم ماست
غم خود غم گسارِ خویش کنم

دل نہ و جان نہ، پیش تو چہ کنم
کہ ترا شرمسار خویش کنم

یار باید بوقتِ خوردن غم
خسروِ خستہ یارِ خویش کنم

ترجمہ

غم ہوا ہے شریک کار اپنا
اب تو رونا ہے روزگار اپنا

دل سے ہی دل کا دکھڑا روتا ہوں
گریہ اپنا ہے، سوگوار اپنا

ایک غم ہی ہے اپنا محرمِ راز
ایک غم ہی ہے غم گسار اپنا

دل نہیں، جاں نہیں تو پھر کیسے
کر سکوں تجھ کو شرمسار اپنا

غم میں لازم ہے اک شریک غم
خسرو غمزدہ ہے یار اپنا

خسرو

خوش بود بادۂ گلرنگ در ایام بہار
خاصہ در سایۂ گلہای تر اندام بہار

عاشق زارِ بہار است نہانی، سوسن
لیک از شرم نیارد بزبان نام بہار

ہوشیار اوست بنزد ہمہ اہل معنی
کو بمستی گزراند سحر و شام بہار

بغنیمت شمر ای دوست اگر یافتہ ای
روی زیبا و می روشن و ایام بہار

ترجمہ

واہ یہ بادۂ گلرنگ، یہ ایام بہار
سایۂ گل سے ہے روشن رخِ گلفام بہار

ہے تو در پردہ پرستارِ بہاراں سوسن
لب پہ لاتی ہی نہیں شرم سے وہ نام بہار

اہل معنی کی نظر میں ہے وہی صاحب ہوش
وہ جو مستی میں گزارے سحر و شام بہار

ہے عجب دولت بیدار اگر مل جائیں
جلوۂ دوست، مے ناب اور ایام بہار

خسرو

عشق نو است و یار نو است و بهار نو
ز آن رُوی خوب روز نو و روزگار نو

بس نو بهار کہنہ کہ بشکست، زانکہ کرد
در چشم نیم مست تو هر دم خمار نو

دارم دل غمین و ندانستم این کہ باز
هر روز نو شود غم از غم گسار نو

با خاک یاد گار برم درد تو کہ باز
هم یادگار کهنہ شود یاد گار نو

خواهی ببین و خواه نہ، باری، من از دو چشم
ریزم بخاک کوی تو هر دم نثار نو

خسرو ز عشق لافی و جوئی قرارِ دل
بخشد مگر خدای دلت را قرار نو

ترجمہ

نئی بہار، نیا عشق اور یار نیا
رخ نگار سے ہے رنگِ روزگار نیا

نئی بہار تری نیم مست آنکھوں سے
کہ ہر گھڑی ہے عیاں شیوۂ خمار نیا

وہ غم زدہ ہوں کہ اب تک مجھے نہ تھا معلوم
کہ ساتھ لائے گا غم اپنے غمگسار نیا

یوں زیرِ خاک ترا درد لے کے آیا ہوں
ہے یادگار کہن، رنگِ یادگار نیا

ہے میرے اشکِ محبت میں خون دل شامل
متاع نذر نئی، جذبۂ نثار نیا

تجھے ہے عشق میں خسرو قرار دل کی تلاش
خدا عطا کرے شاید کوئی قرار نیا

خسرو

چہ داغھاست کہ بر سینۂ فگارم نیست
چہ دردھاست کہ بر جان بیقرارم نیست

بخاک کوی بسازم چو خاک یار نیم
بر آستانہ بمیرم، چو پیش یارم نیست

دلم ز کوشش خون گشت، کام دل نرسید
چہ سود دارد بخشش جو بخت یارم نیست

مرا مپرس کہ دردم نھان نخواھد ماند
کہ اعتماد بر این چشم اشکبارم نیست

نفس بآخرم آمد از آن دھن سخنی
کہ بھر کوی عدم ھیچ یادگارم نیست

ترجمہ

وہ درد کون سا ہے جس سے دل فگار نہیں
وہ غم ہے کون سا جاں جس سے بیقرار نہیں

میں خاک پا جو نہیں ہوں تو خاک راہ سہی
اس آستاں ہی پہ قرباں، جو پائے یار نہیں

ہزار خوں کیا دل، آرزو نہ بر آئی
کسی کا کیا گلہ، یہ بخت سازگار نہیں

نہ پوچھ مجھ سے، یہ غم تو چھپا نہیں رہتا
کہ ضبط اشک میں آنکھوں کا اعتبار نہیں

چلا ہوں سوئے عدم میں، کوئی تو بات کرو
کہ میرے پاس کوئی اور یادگار نہیں

خسرو

شگوفہ غالیہ بو گشت و باد گلرنگ است
ھوای بادۂ صافی و نغمۂ چنگ است

چہ نقش بندی از اندیشہ ای کہ بی عشق است
چہ روی بینی از آئینہ ای کہ در زنگ است

ز شوق جامہ بصد پارہ گشت ھمچون گل
ھنوز بلبل ما را بنالہ آھنگ است

تو ای صنم کہ مرا در دلی چہ سود از آن
کہ درمیان من و دل ھزار فرسنگ است

بجنگ تیغ مکش سر بہ آشتی برگیر
کہ حاصل است بہ صلحت ھر آنچہ در جنگ است

سماع در دل من کار کرد، سینہ بسوخت
ھنوز مطرب ما را ترانہ در چنگ است

ترجمہ

مہک اُٹھی ہے کلی ، اور فضا ہوئی گل رنگ
پلاؤ بادۂ رنگیں، سناؤ نغمۂ چنگ

بنائے نقش وہ اندیشہ کیا کہ ہے بے سوز
دکھائے عکس وہ آئینہ کیا کہ ہے تہ زنگ

مثال گل ہوا صد چاک پیرہن پھر بھی
تمہارے بلبل شیدا کو نالوں کی ہے اُمنگ

تو میرے دل میں سمایا تو ہے مگر کیا سود
ہے مجھ سے دور مرا دل ہزار ہا فرسنگ

وفا کہے جسے دنیا، ہے دو دلوں کا ملاپ
اگر ہو صلح سے حاصل تو کس لئے یہ جنگ

جلا دیا مرے ذوق سماع نے مجھ کو
ابھی ہے نغمۂ مطرب درون پردۂ چنگ

خسرو

می نوش کہ دور شادمانی است
خوش باش کہ روز کامرانی است

مغرور مشو ببانگ نائی
کاواز دراری کاروانی است

هر دم کہ بخوشدلی بر آید
سرمایۂ حاصل جوانی است

عشق آمد و عقل رخت بربست
این هم ز کمال کاردانی است

خسرو بگزاف چند لافی
بانگ دهل از تهی میانی است

ترجمہ

مے لا کہ ہے دورِ شادمانی
خوش ہو کہ ہے وقتِ کامرانی

نازاں نہ ہو شورِ چنگ و نے پر
ہے بانگِ درائے کاروانی

جو لمحہ مسرتوں میں گزرے
وہ لمحہ ہے حاصلِ جوانی

عشق آیا، خرد ہوئی روانہ
ہے یہ بھی کمالِ کاردانی

یہ لاف و گزاف تیرے خسرو
ہے مثلِ دہل، تہی میانی

خسرو

آن را کہ غم تو یار باشد
با خوش دلی‌اش چہ کار باشد

صوفی چو شکست توبہ، ساقی
مگذار کہ هوشیار باشد

مستی کہ سبو کشد مپندار
کو را قدم استوار باشد

معذور بود ز نالہ بلبل
جای کہ گل و بهار باشد

جاں دادم و داغ عشق بردم
کانجا ز تو یادگار باشد

خسرو بغلامی‌ات عزیز است
گر خوار کنیش خوار باشد

ترجمہ

جس کو ترے غم سے پیار ہوگا
تا حشر وہ بے قرار ہوگا

صوفی نے شکست توبہ کی ہے
اب پھر نہ وہ ہوشیار ہوگا

یہ جام شراب عشق پی کر
کس کا قدم استوار ہوگا

بلبل وہیں نغمہ ریز ہوگی
گلشن پہ جہاں نکھار ہوگا

جاں دے کے ملا یہ عشق کا داغ
واں پر تری یادگار ہوگا

ہے تیری غلامی شان خسرو
آزاد نہ کر کہ خوار ہوگا

خسرو

از ھیچو توئی برید نتوان
بر تو دگری گزید نتوان

تا چند کشم جفایت آخر
محنت ھمہ عمر دید نتوان

یاران عزیز پند گویند
گویند ولی شنید نتوان

ایوان مراد بس بلند است
آنجا بہ ھوس رسید نتوان

این شربت عاشقی است خسرو
بی خون جگر چشید نتوان

ترجمہ

تجھ جیسے حسیں کو چھوڑ دے کون
یوں دل کو لگائے اور سے کون

ہر روز نیا ستم، نیا جور
یہ سختیاں عمر بھر سہے کون

احباب مرے، مجھے نصیحت
کرتے ہیں بہت مگر سنے کون

یہ منزل عشق ہے بہت دُور
جز اہل وفا پہنچ سکے کون

یہ شربت عاشقی ہے خسرو
بے خون جگر مگر پیے کون

خسرو

گر مہ چو تو باجمال باشد
خورشید کم از ھلال باشد

بر روی زمین نظیر رویت
در آئینہ ھم خیال باشد

ما را کہ بدیدنت ھلاکیم
نادیدن تو چہ حال باشد

میکن ستم و جفا کہ خوبی
گر لطف کنی وبال باشد

تا کی سخن وفا، رھا کن
خوبی و وفا محال باشد

بشنو ز کرم حدیث خسرو
ھر چند ترا ملال باشد

ترجمہ

جب مہ میں ترا جمال ہوگا
خورشید وہاں ہلال ہوگا

ہو عکس بمظیر حسن تیرا
وہ بھی فقط اک خیال ہوگا

تُو پہلو میں ہے، تو ہے یہ عالم
کیا تیرے بغیر حال ہوگا

ہے جور و جفا ہی شان تیری
یہ لطف تو اک وبال ہوگا

کر ذکر نہ شیوۂ وفا کا
یہ تیرے لئے محال ہوگا

اک بار تو سن لے حال خسرو
ہر چند تجھے ملال ہوگا

خسرو

ای آرزوی اُمیدواران
ای مرهم دردِ دلفگاران

از دشمنی هر چه بود، کردی
ای دوست چنین کنند یاران

تا سایۂ زلفِ تو بدیدم
دیوانه شدم چو سایه داران

می گریم بر غریبی خویش
چون ابر به موسم بهاران

تا کی گزری بسوی خسرو
چون بر سرِ کشتِ خشک، باران

ترجمہ

اے آرزوے اُمیدواریں
اے مرہم درد دلفگاراں

ہر رنگ میں تو نے دشمنی کی
اے دوست یہی ہے رسم یاراں؟

جب سے پڑا مجھ پہ سایۂ زلف
دیوانہ ہوں مثل سایہ داراں

غربت پہ ہوں اپنی گریاں جیسے
روتا ہوا۔ ابر نو بہاراں

ہے مزرعۂ خشک، قلب خسرو
تو آکے برس مثال باراں

خسرو

تا از برِ تو شدم جدا من
یا رب کہ غمت چہ کرد با من

از دیدنِ تو ز دست رفتم
ای کاش ندیدمی ترا من

رفت آنکہ بیکدگر رسیدیم
من بعد کجا تو و کجا من

گر زندہ بمانم اندر این غم
جز مرگ نخوانم از خدا من

گیرم بہ غمم رہا کنی تو
ھرگز غم تو کنم رہا من

کس نیست بدین ستم گرفتار
یا خسرو دل شکستہ یا من

ترجمہ

اے جاں ہوا تجھ سے کیا جُدا میں
خود آپ سے ہی بچھڑ گیا میں
دیکھا تجھے اور کھو گیا میں
اے کاش تجھے نہ دیکھتا میں

عرصہ ہُوا ہم بہم ہوئے تھے
پھر تُو کہاں اور کہاں رہا میں
اس غم میں اگر رہا میں زندہ
بے موت ہی گویا مر گیا میں

تو نے تو مجھے بھلا دیا ہے
لیکن نہ تجھے بھلا سکا میں
ہے کون ستم میں یوں گرفتار
یا خسرو دل شکستہ یا میں

خسرو

ای شمعِ رُخ تو مطلع نور
زین حُسنِ جمال، چشمِ بد دُور

با پرتوِ عارض تو خورشید
چون شمع در آفتاب بی نور

خاطر زود بگلستانی
آن را کہ جمالِ تست منظور

از رُوی تو شام صبح گردد
وز زلفِ تو صبح، شام دیجور

بردار غمت حلال باشد
زو وصل تو گشتہ ھمچو منصور

خسرو کہ ھمیشہ بر درِ تست
از درگہِ خود مکن ورا دور

ترجمہ

یہ شعلۂ رُخ، یہ مطلعِ نُور
یہ حسن و جمال، چشمِ بد دُور

سورج ترے رُخ کے رُوبرو ہے
ہو دھوپ میں جیسے شمع بے نور

کیا اُس کو خوش آئے جلوۂ گل
دیدار ترا ہو جس کو منظور

رخ سے ترے شام، صبح روشن
گیسو سے سحر ہے شام دیجور

ہے دار برات ترے غم کی
ملتا ہے یہیں مقامِ منصور

دیرینہ گدائے در ہے خسرو
اس در سے وہ کس طرح رہے دور

خسرو

شمع فلک بر آید با آتشین زبانہ
ساقی تا مسلمان در دہ می مغانہ

رو تا رویم بیرون دستم بگردن تو
تو بیخودِ صبوحی، من بیہشِ، زمانہ

ای مہ غلام حسنت چون در خمار باشی
نی رو ز خواب شستہ، نی موی کردہ شانہ

مُطرب بہ رُودِ خود زن دستی برابر باران
وین زھد خشک مارا ترکن بیک ترانہ

خسر وخرابِ مطرب تو، مست ناز و سرخوش
ھان در چنین نشاطی یک رقصِ عاشقانہ

ترجمہ

شمع فلک سے اُبھرا وہ آتشیں زبانہ
ساقی مےِ مغانہ ! ساقی مے مغانہ !

اس بزم سے چلیں ہم یوں ہمکنار ہو کر
تو مستِ جام صہبا ، میں بے خود زمانہ

یہ خواب بستہ آنکھیں، اُس پر خمار توبہ !
چہرہ بغیر غازہ، گیسو بغیر شانہ

وہ ساز چھیڑ مطرب، نغموں کا ابر برسے
یہ زہد خشک تر ہو، ایسا کوئی ترانہ

خسرو ہے محوِ نغمہ، توِ مستِ ناز و عشوہ
اس سرخوشی میں جاناں، اک رقص عاشقانہ

خسرو

نی کار کسی است عشق بازی
کو دل نہ نھد بہ جان گدازی

عشقی کہ نہ جان دھند در وی
بازی باشد، نہ عشق بازی

می آئی و می چکد ز تو ناز
کز سر تا پای جملہ نازی

تن غرقۂ خونست، سجدہ بپذیر
کاین جامہ نمی شود نمازی

محمود وشانِ عشق را کشت
حسنت بکرشمۂ ایازی

زلفت کہ حدیثِ اُو دراز است
آموخت شب مرا درازی

ترجمہ

وہ خاک کرے گا عشق بازی
جس میں نہیں ذوق جاں گدازی

جس عشق میں جان پر نہ کھیلیں
بازی ہے، نہیں وہ عشق بازی

ہر جلوے میں ہے تراوش ناز
ہر غمزہ ہے آرزو نوازی

میں غرقۂ خوں ہوں، سجدہ کر لوں
گو جامہ نہیں مرا نمازی

محمود وشوں کو مار ڈالا
اللہ رے شیوۂ ایازی

یہ زلفِ دراز اللہ اللہ
ابھری مری رات کی درازی

خسرو

رسید باد صبا، تازہ کرد جان مرا
نهفته داد بمن بوی دلستانِ مرا

مرا گذر بگلستان بس است لیک چہ سود
کہ سُوی من گذری نیست گلستان مرا

نشان نماند ز نقشم، کجاست عارضِ اُو
کہ در کشد قلم این نقش بی نشانِ مرا

فغان من ز کجا بشنود گوشِ، آن شوخ
کہ خود نمی شنود گوشِ من فغان مرا

پرید جانب اُو مرغ روح، با من گفت
کہ من شدم، تو نگهدار آشیان مرا

ترجمہ

بہار آئی ہُوا تازہ پھر جہاں میرا
صبا کے دوش پہ آیا وہ جان، جاں میرا

میں سیر باغ کو جاؤں مگر مرے ہمدم
نظر تو آئے کہیں مجھ کو گلستان میرا

چُرا کے لاؤ کہیں سے کسی کی تابش حسن
کہ پھر چمک اُٹھے یہ نقش بے نشاں میرا

یہ میرے کان تو سنتے نہیں میری آواز
سنے وہ کس طرح یہ قصۂ فغاں میرا

اُڑا جو اُسکی طرف مرغ جاں تو مجھ سے کہا
کہ میں چلا تو سنبھال آکے آشیاں میرا

خسرو

ابر می بارد و من می‌شوم از یار جدا
چون کنم دل، بچنین روز، ز دلدار جدا

ابر و باران و من یار ستادہ بوداع
من جدا گریہ کنان، ابر جدا، یار جدا

سبزہ نوخیز ھوا خرم و بستان سرسبز
بلبلِ روی سیہ ماندہ ز گلزار جدا

دیدہ از بھر تو خونبار شد، ای مردم چشم
مردمی کن، مشو از دیدۂ خونبار جدا

نعتِ دیدہ نخواھم کہ بماند پس ازین
ماندہ چون دیدہ از آن نعمتِ دیدار جدا

ترجمہ

رُت میں برسات کے ہوتے ہیں کبھی یار جدا
مجھ سے ہوتا ہے، وہ دیکھو، مرا دلدار جدا

ابر و باراں کی فضا میں یہ جدائی کا سماں
میں جدا اشک فشاں، ابر جدا، یار جدا

سبزہ و غنچہ، گل و لالہ، صبا، سب باہم
مجھ سے ہے کس لیے یہ رونق گلزار جدا

آنکھ خونبار ہے تیرے لیے اے مردمِ چشم
کیسے تجھ سے ہو مرا دیدۂ خونبار جدا

میں نے مانا بڑی نعمت ہیں یہ آنکھیں، لیکن
حیف آنکھوں سے رہے نعمتِ دیدار جدا

خسرو

نبوی آنکہ منت دلنواز می گفتم
چرا ز سادہ دلی باتو راز می گفتم

ھمہ حکایت نازِ تو گفتمی زین پیش
کنون بلای من است آنکہ ناز می گفتم

خوش آن شبی کہ بروی تو بادہ میخوردم
بآب دیدہ ھمہ شب نیاز می گفتم

عظیم درد سر آورد نازنین مرا
کہ من فسانہ بغایت دراز می گفتم

ترجمہ

نہ جانے کیسے تمہیں میں نے دلنواز کہا
یہ میری سادہ دلی تھی کہ دل کا راز کہا

یونہی سنائیں ترے نازِ حسن کی باتیں
وبالِ جاں تھا جسے میں نے حُسن ناز کہا

جو رو برو ترے پی مے تو اس مسرت
بہے جو اشک انہیں نذرانہ نیاز کہا

جو اس کے سننے کی اُس نازنیں میں تاب نہ تھی
تو میں نے کس لیے یہ قصہء دراز کہا

خسرو

آخر نگاهی بر حال ما کن
درد دلم را روزی دوا کن

از دست هجران من در بلایم
یا رب به فضلت آن را دوا کن

گفتی به وصلت روزی نوازم
وقت است جانان وعده وفا کن

زین بیش ما را از خود میازار
اندیشه آخر روز جزا کن

من در فراقت شوریده حالم
باز آ و رحمی بر حال ما کن

در عیش خسرو دل را چه قیمت
جان و روان را پیشش فنا کن

ترجمہ

کچھ تو میری جاں خوف خدا کر
اس درد دل کی کچھ تو دوا کر

مجبوریوں کا مارا ہوا ہوں
اپنے کرم کی نعمت عطا کر

ملنے کا تو نے وعدہ کیا تھا
آ میری جاں آ، وعدہ وفا کر

آخر کوئی حد، جور و ستم کی
کچھ تو خیالِ روز جزا کر

آ دیکھ میری آشفتہ حالی
قلبِ تپاں کو صبر آشنا کر

الفت میں خسرو کیا دل کی قیمت
روح و رواں کو نذر فنا کر

خسرو

مهی گذشت که چشم مجال خواب ندارد
مرا شبی است سیه رو که ماهتاب ندارد

نه عقل ماند نه دانش نه صبر ماند نه طاقت
کسی چنین دل بیچارهٔ خراب ندارد

توای که با مهِ من خفته ای بناز، شبت خوش
منم که روز مراد من آفتاب ندارد

چو گویمت که بخوابم خوش است دیدنِ رویت
نخند بیهده بر بیدلی که خواب ندارد

ز حال خسرو پرسی، چه پرسی‌اش که ز حیرت
بپیش روی تو جز خامشی جواب ندارد

ترجمہ

کہاں ہے چاند کہ مجھ کو مجال خواب نہیں ہے
شب سیہ میں مری نور ماہتاب نہیں ہے

نہ عقل باقی نہ دانش، نہ صبر اور نہ طاقت
کہیں بھی ایسا دلِ خستہ و خراب نہیں ہے

تری یہ رات کہ اُس مہ جبیں سے ہے رخشندہ
مرا یہ دن کہ نصیب اس کو آفتاب نہیں ہے

تجھے میں خواب ہی میں دیکھ لوں غنیمت ہے بس
مگر یہ آنکھ مری آشنائے خواب نہیں ہے

نہ پوچھ کیسا ہے خسرو کہ تیرے ہوتے ہوئے
سوائے خامشی اس کا کوئی جواب نہیں ہے

خسرو

بیار ساقی و جام شراب در گردان
خراب کردۂ خود را خراب تر گردان

ز بھر درد کشاں آگینہ حاجت نیست
یکی سفال شکستہ بیار و در گردان

ھنوز عقل ز تو دری می دھد خبرم
لبا لبم دوسہ پیش آر و بی خبر گردان

بترک صحبت دیرینہ گفتمش ھوس است
بفضل خویش خدایا دلش دگر گردان

ترجمہ

اُٹھا صراحی، یہ جام شراب بھر کر دے
خراب حال کو اپنے، خراب تر کر دے

میں دردکش ہوں نہیں حاجت آبگینے کی
کوئی سفال شکستہ ہی تو ادھر کر دے

ابھی میں ہوش میں ہوں، دُور دُور ہوں تجھ سے
دو جام اور پلا، اور بے خبر کر دے

ہے ترکِ صحبتِ دیرینہ آرزو اُس کی
اِس آرزو ہی کو یا رب تو بے اثر کر دے

خسرو

عمرم گذشت و روی تو دیدن نیافتم
طاقت رسید و با تو رسیدن نیافتم

بر دوست خواستم کہ نویسم حکایتی
از آب دیدہ، دست کشیدن نیافتم

مرغم کز آشیان سلامت جدا شدم
ماندم ز آشیان و پریدن نیافتم

گفتی بخون من سخنی ھم خوشم و لیک
چہ سُود کز لب تو شنیدن نیافتم

شد جان خسرو آب کہ از ساغز امید
یک شربت مراد چشیدن نیافتم

ترجمہ

تا مرگ تیرے وصل کی راحت نہ مل سکی
آنکھیں ملیں تو دید کی نعمت نہ مل سکی

چاہا کوئی حکایت غم دوست کو لکھوں
اِن اشک ریزیوں ہی سے فرصت نہ مل سکی

وہ بدنصیب ہوں کہ چھٹا پہلے آشیاں
پھر اسکے بعد اُڑنے کی طاقت نہ مل سکی

مژدہ تو میرے قتل کا مجھ کو ملا مگر
یہ مژدہ تجھ سے سننے کی راحت نہ مل سکی

جس ساغر امید پہ خسرو نے جان دی
اس ساغر امید کی لذت نہ مل سکی

خسرو

بر جمالت مبتلایم چون کنم
من بعشقت بر نیایم چون کنم

لاف عشقت می‌زنم جانان ولی
بس فقیر بی‌نوایم چون کنم

سر بشاهان در نمی آرد حریف
من که درویش و گدایم چون کنم

خسرو بی چاره می‌گوید بعشق
عاشقِ روی شمایم چون کنم

ترجمہ

حسن پہ تیرے فدا ہوں کیا کروں
عشق میں ڈوبا ہوا ہوں کیا کروں

عشق پر تیرے تو ہوں نازاں مگر
اک فقیر بے نوا ہوں کیا کروں

بادشاہِ ناز ہے میرا حریف
اور میں مسکین گدا ہوں کیا کروں

خسرو بے چارہ کہتا ہے یہی
عاشق صادق ترا ہوں کیا کروں

خسرو

یار زیبای مرا باز بمن بنمائید
تُرک رعنای مرا باز بمن بنمائید

لالہ می رویدم از خونِ جگر بر رخسار
سروِ بالای مرا باز بمن بنمائید

نیست آراستہ بی آن مہ زیبا مجلس
مجلس آرای مرا باز بمن بنمائید

بیشتر زانکہ بہ یغما برود خانہء عمر
میر یغمای مرا باز بمن بنمائید

از فراقم ہمہ ناسازی و نابینائی است
یار زیبای مرا باز بمن بنمائید

ترجمہ

یار زیبا کو مرے پھر سے یہاں لے آؤ
تُرک رعنا کو مرے پھر سے یہاں لے آؤ

پھر کھلا ہے میرے چہرے پہ لہو سے گلزار
سرو بالا کو مرے پھر سے یہاں لے آؤ

کوئی مجلس نہیں آراستہ ہوتی اُس بن
مجلس آرا کو مرے پھر سے یہاں لے آؤ

پیشتر اس کے کہ لٹ جائے مرا خانۂ زیست
میر یغما کو مرے پھر سے یہاں لے آؤ

اس کی فرقت سے ہے سب کلفت و ظلمت خسرو
یار زیبا کو مرے پھر سے یہاں لے آؤ

خسرو

نگارا چون تو زیبا کس ندیدہ است
چنان روی نگارا کس ندیدہ است

نھان می دار از من خویشتن را
چنین خود آشکارا کس ندیدہ است

بیا امروز تا سیرت بہ بینم
مگو فردا کہ فردا کس ندیدہ است

تماشا می کنم در باغ رویت
وزین خوشتر تماشا کس ندیدہ است

ز خسرو دل کہ دزدیدی بدہ باز
مگو دیدہ است کس یا کس ندیدہ است

ترجمہ

میری جان تجھ سا یہ انداز زیبا کس نے دیکھا ہے
یہ جسم مرمریں، یہ قد رعنا کس نے دیکھا ہے

تو اپنے حُسن کو اے دوست مجھ سے بھی چھپا کر رکھ
کہ ایسے حسن کو یوں آشکارا کس نے دیکھا ہے

مری جاں آج ہی آ، دیکھ لوں جی بھر کے میں تجھ کو
نہ لے تو نام فردا کا کہ فردا کس نے دیکھا ہے

جہان حسن کی رعنائیوں میں کھو گیا ہوں میں
یہ جلوہ ،یہ نظارہ، یہ تماشا کس نے دیکھا ہے

چرایا ہے اگر تو نے دلِ خسرو تو لوٹا دے
نہ مجھ کو یہ سنا، کس نے نہ دیکھا، کس نے دیکھا ہے

خسرو

مہی برآمد و از ماہ من خبر نرسید
نسیمی از سر آن زلفِ تازہ تر نرسید

زبان ز پرسش آیندگانم آبلہ شد
کز آن مسافر رہ دور من خبر نرسید

ز خونِ دیدہ نوشتم ہزار نامۂ درد
ہنوز قصۂ اندوہ من بسر نرسید

گذشت بر دلم اندوہ صد ہزار قیاس
ہنوز این شب ہجرِ مرا سحر نرسید

بصد دعا نظری خواست در رخش خسرو
در انتظار بمرد و بآن نظر نرسید

ترجمہ

یہ چاند نکلا، پر اُس چاند کی خبر نہ ملی
کسی کے گیسو کی وہ بوے تازہ تر نہ ملی

سُراغ پوچھتے میری زبان ہوئی زخمی
پر آنے والوں میں اسکی کوئی خبر نہ ملی

سرشکِ خونیں سے لکھتا رہا میں نامۂ درد
یہ نا تمام رہا، دادِ چشمِ تر نہ ملی

ہزار وسوسے غم کے گزر گئے دل پر
شبِ فراق کو اب تک کہیں سحر نہ ملی

تمام عمر اُسے ڈھونڈتا رہا خسرو
اجل ملی مگر اس شوخ سے نظر نہ ملی

خسرو

باز با دردِ جدائی چون کنم
باز با هجرِ آشنائی چون کنم

دل ز جان چو برکنم روز وداع
ترک آن ترک ختائی چون کنم

عقل گوید، پارسائی پیشہ کن
مست عشقم، پارسائی چون کنم

گفتمش روز وداع دوستان
گر بزودی باز نائی چون کنم

گفت کای مستغرق دریای عشق
خسروم من بی وفائی چون کنم

ترجمہ

ہجر سے پھر آشنائی کیا کروں
لے کے پھر دردِ جدائی کیا کروں

دل کو جاں سے کس طرح کرلوں جدا
وہ چلا ترک ختائی کیا کروں

عقل کھینچے پارسائی کی طرف
رند ہوں میں، پارسائی کیا کروں

جاکے تو آیا نہ گر جانِ وفا
ایسا انداز جدائی کیا کروں

تو تو دریائے وفا میں غرق ہے
تجھ سے خسرو بے وفائی کیا کروں

خسرو

گل ز بیم باد زیر پردہ می‌دارد چراغ
آری آری باد را طاقت نمی‌آرد چراغ

هر شی پروین که عکسِ خویش در آب افگند
آسمان گوئی میانِ آب می کارد چراغ

برگ می‌ریزد ز گل، دانم خزان خواهد رسید
میهمان آید بخانه چونکه گل بارد چراغ

بی چراغ مَی جان در دیدهٔ خسرو خوش است
ساقی خورشید روی گو که بسپارد چراغ

ترجمہ

گل ہوا کے خوف سے چُھپ چُھپ کے چمکائے چراغ
ورنہ زور باد کی یوں تاب کیا لائے چراغ

رات پانی میں اُبھرتا عکس پروین دیکھنا
آسماں جیسے یہاں آکر اُگا جائے چراغ

پھول بکھرے اور پت جھڑ کا سماں پیدا ہوا
گل گرا کر یونہی مہماں کی خبر لائے چراغ

بے چراغ بادہ خسرو یہ جہاں تاریک ہے
ساقی خورشید رُو آئے تو جل جائے چراغ

خسرو

دل ز تن بُردی و درجانی هنوز
دردها دادی و درمانی هنوز

آشکارا سینه ام بشگافتی
همچناں در سینه پنهانی هنوز

ملک دل کردی خراب از تیغ کین
و اندرین ویرانه سلطانی هنوز

هر دو عالم قیمت خود گفته ای
نرخ بالا کن که ارزانی هنوز

ما بگریه چون نمک بگداختیم
تو بخنده شکرستانی هنوز

ترجمہ

لے گیا دل پھر بھی جانِ جاں ہے تو
درد دے کر درد کا درماں ہے تو

کر دیا سینے کو میرے چاک چاک
پھر بھی سینے میں مرے پنہاں ہے تو

پہلے تو نے ملک دل ویراں کیا
اب اُسی ویرانے میں سلطاں ہے تو

ہے متاعِ دو جہاں قیمت تری
پھر بھی اے جاں کس قدر ارزاں ہے تو

شور زار دیدۂ گریاں ہیں ہم
شکرستانِ لب خنداں ہے تو

خسرو

صد دل اندر زلفِ شبگون سوختہ است
گوئیا در شب چراغ افروختہ است

دل بشمشیر جفا بشگافتہ است
وانگہ از تیرِ مژہ بردوختہ است

گریہ چندان شد کہ در خون دلم
مردمِ چشم آشنا آموختہ است

ای مسلمانان یکی بازم خرید
کاو مرا بر دست غم بفروختہ است

ترجمہ

زلف میں دل جلوں کا ڈیرا ہے
شب تاریک میں اجالا ہے

دل کو تیغ جفا سے کاٹ کے پھر
تیر مژگاں سے اس کو جوڑا ہے

سیلِ گریہ نے میری آنکھوں کو
خون میں تیرنا سکھایا ہے

دوستو! تم خریدو، اُس نے مجھے
درد کے ہاتھ بیچ ڈالا ہے

خسرو

باز بوی گل مرا دیوانہ کرد
باز عقلم را صبا بیگانہ کرد

گل چو شمعِ خوبروئی بر فروخت
بلبلِ بیچارہ را پروانہ کرد

جان من آن آشنا گوئی توئی
کو مرا از جان خود بیگانہ کرد

من نمی دانم کہ چون چہ باشد پری
شکل تو باری مرا دیوانہ کرد

از دلِ خسرو چہ پُرسی حال اُو
قبلہ را درکار این بتخانہ کرد

ترجمہ

اِس بوئے گُل نے پھر مجھے دیوانہ کر دیا
بادِ صبا نے عقل سے بیگانہ کر دیا

گُل نے کچھ اس ادا سے جلایا چراغِ حسن
بے چاری عندلیب کو پروانہ کردیا

وہ آشنا خود آپ مری جان ہی تو ہے
یوں جس نے مجھ کو جان سے بیگانہ کر دیا

مجھ کو خبر نہیں کہ کسے کہتے ہیں پری
مجھ کو تو تیرے حسن نے دیوانہ کر دیا

کیا پوچھتے ہو دوستو خسرو کے دل کا حال
اُس نے تو ایک کعبے کو بتخانہ کر دیا

خسرو

نازنینان و چار بالش ناز
خاکساران و آستان نیاز

نام و ناموس و دین و دنیا را
چہ محل پیشِ عاشقِ جانباز

من ازین در کجا توانم رفت
مرغ پر بستہ کی کُند پروانہ

امشب از رفتہ باز نتوان گفت
زانکہ شب کوتہ است و قصہ دراز

عشق در ھر دلی فرو ناید
زانکہ ھر سینہ نیست محرم راز

خسرو ار گریہ کرد معذور است
کش چو شمع است کار سوز و گداز

ترجمہ

نازنینوں کی جلوہ گاہ ناز
خاکساروں کا آستان نیاز

نام و ناموس، دین و دنیا کو
کیا کرے لے کے عاشق جانباز

تیرا در کیسے چھوڑ کر جاؤں
مرغ پر بستہ کیا کرے پرواز

عہد رفتہ کا آج ذکر نہ چھیڑ
رات چھوٹی ہے اور قصہ دراز

عشق ہر دل میں کیا اُتر آئے
دل نہیں ہر کسی کا محرم راز

خسرو غمزدہ کو رونے دو
شمع کی زندگی ہے سوز و گداز

خسرو

شبی با ما خیالِ خویشتن را میهمان گردان
ز باغ عارض خود مجلسم را بوستان گردان

هوس دارم از آن نرگس نگاهی سوی من بنگر
چو چشم ناتوان خود مرا هم ناتوان گردان

خدارا چند سوزم ز آتشِ بی مهری آن مه
بده صبری مرا یا بامن اُو را مهربان گردان

غم عشق تو دارد پائمالم تا شوم کشته
تو هم با اُو جفا را بهر قتلم هم عنان گردان

چه پنهان می شوی بنمای روی خویش، خلقی را
چو خسرو هر طرف ازعشقِ خود بی خانمان گردان

ترجمہ

کبھی اپنے تصور کو ہمارا میہماں کر دے
بہار حسن سے محفل ہماری گلستاں کر دے

کبھی ان نرگسی آنکھوں سے ہم کو دیکھ لے آکر
نگاہ ناتواں کی طرح ہم کو ناتواں کر دے

جلوں کب تک میں یارب اس کی بے مہری کے شعلوں میں
مجھے ہی صبر دے یا اُس کو مجھ پر مہرباں کر دے

غم و دردِ محبت نے مجھے پامال کر ڈالا
تو اب جور و ستم کو اپنے ان کا ہم عناں کر دے

چُھپا کیوں ہے، کبھی اس خلق میں بھی جلوہ آرا ہو
اسے بھی اپنے خسرو کی طرح بے خانماں کر دے

خسرو

گرچہ بر بود عقل و دین مرا
بد مگوئید نازنین مرا

گوشش از بارِ در گراں گشت است
نشود نالۂ حزین مرا

آخر ای باغبان یکی بنمای
بمن آن سروِ راستینِ مرا

عشق در کار خوبرویاں کرد
زھد و تقوی و دین مرا

خسروا بگور از سرم کہ زاشک
بیم غرق است ھمنشینِ مرا

ترجمہ

لے گیا عقل اور دیں میرا
پھر بھی اچھا ہے نازنیں میرا

بار ڈر سے گراں ہیں گوش اسکے
کیا سُنے نالۂ حزیں میرا

باغباں مجھ کو دیکھ لینے دے
وہ حسیں سروِ راستیں میرا

عشق میں دلبروں کے کام آیا
کفر و ایمان، و زہد و دیں میرا

ڈر مرے سیل اشک سے خسرو
ڈوبنے کو ہے ہمنشیں میرا

خسرو

گذشت عمر و هنوز از تقلب و سودا
نشسته‌ام مترصد میان خوف و رجا
چون خاک بر سر راه امید منتظرم
کزاں دیار رساند صبا نسیم وفا
میان صومعه و دیر گرچه فرقی نیست
چو من بخویش نباشم چه اختیار مرا
کسی که بر در میخانه تکیه گاهی ساخت
چه التفات نماید بمسند دارا
ز بسکه قصهٔ دردم رود بهر طرفی
چو من ضعیف شد از باد غم نسیم صبا
خوش آن کسی که درین دور میدهد دستش
حریف جنس و می صاف و گوشهٔ تنها

ترجمہ

تمام عمر کٹی سر میں ہے وہی سودا
بھٹک رہا ہوں ابھی تک میان بیم و رجا

بسان خاک سر راہ، انتظار میں ہوں
کہ اُس دیار سے لائے صبا نسیم وفا

اگر چہ صومعہ و دیر میں نہیں کچھ فرق
مَیں خود میں گم ہوں نہیں اس میں اختیار مرا

شراب خانے کے در پر جوآ کے بیٹھ گیا
نظر میں جچتی نہیں اس کی، مسندِ دارا

فضا میں پھیلا! ہے ہر سمت میرا قصۂ درد
دبی ہے میری طرح بارِ غم سے بادِ صبا

ہے خوش وہی جسے اس دور میں میسر ہو
حریف جنس و مے صاف و گوشہ، تنہا

خسرو

زاد چون از صبح روشن آفتاب
ساقی خورشید رو در ده شراب

خرم آن کو غرق می باشد مدام
چون خیال دوست، در می ھای ناب

عاشقی با پارسائی ھم خوش است
ھمچنان کافتد میان بادہ، آب

آخر شب صبح را کردم غلط
زانکہ ھم رویش بدوھم ماھتاب

ترجمہ

وہ سحر آئی وہ اُبھرا آفتاب
ساقی گلفام لا جام شراب

دل وہی جو اس طرح سرشار ہو
جیسے یاد یار سے جام شراب

عاشقی اور پارسائی بھی ہے خوب
جس طرح مے میں مزا دے جائے آب

آخر شب صبح کا دھوکا ہوا
تھے بہم خورشید رُو اور ماہتاب

خسرو

خرابی من از آن چشم پر خماری پُرس
هلاک جانم از آن لالۂ بهاری پُرس

دلم که زود فراموش می‌کند خود را
مپرس هیچ ز هجران و بیقراری پُرس

مراست درد سری از خمار مستی عشق
علاج دردم از آن نرگس خماری پُرس

کجاست دولت آنم که بر درت باشم
نشان من بسر کوی خاکساری پُرس

سرود ذوق فراوان شنیده‌ای، اکنون
بیا ز خسرو ذوق فغان و زاری مپرس

ترجمہ

خراب حال ہوں، اُس چشم پر خمار سے پوچھ
یہ خستگی مری اُس لالۂ بہار سے پوچھ

نہ پوچھ دل سے مرے، وہ تو بھول جاتا ہے
تو میری تلخیٔ غم، میرے حال زار سے پوچھ

ہے درد سر مرا، اپنا خمار مستی عشق
یہ کیسے دور ہو اُس چشم پر خمار سے پوچھ

میں تیرے در پہ پہنچ جاؤں، یہ نصیب کہاں!
مرا مقام کسی مرد خاکسار سے پوچھ

سنے ہیں تو نے بہت ذوق و شوق کے نغمے
یہ ذوق خسرو کے اب نالہ ہائے زار سے پوچھ

خسرو

روی تو ماہ سما می گوئیم
موی تو مشک ختا می گوئیم

پیش آن قامت چون نیشکرت
سرو را زعر گیا می گوئیم

دیدہ را خاک درت می دانیم
تا ندانی کہ ریا می گوئیم

طاق محراب دو ابروت ز دور
ما بہ بینیم و دعا می گوئیم

ترجمہ

ہم تجھے ماہ لقا کہتے ہیں
زلف کو مشک ختا کہتے ہیں

ہم تیری قامت شیریں کے حضور
سرو کو زہر گیا کہتے ہیں

ہم ہیں اے دوست تری راہ کی خاک
بات بے مکر و ریا کہتے ہیں

دور ہی سے تیرا طاق ابرو
دیکھ لیتے ہیں، دعا کہتے ہیں

خسرو

ای فراقِ تو یار دیرینہ
غم تو غمگسار دیرینہ

دردِ تو میہمانِ ھر روزہ
داغ تو یادگار دیرینہ

ای صبا زینھار یاد دھش
گہ گہ از دوستدار دیرینہ

چند گاھی مرا ز دل شدہ بود
زاری و کاروبار دیرینہ

وہ کہ باز آمدی و خسرو را
بردی از دل قرار دیرینہ

ترجمہ

ہے ترا ہجر یار دیرینہ
غم ترا غمگسار دیرینہ

درد ہے روز روز کا مہماں
داغ ہے یادگار دیرینہ

اے صبا جا کے اُس کو یاد دلا
ہے تیرا ایک یار دیرینہ

ایک مدت سے چھوڑ بیٹھا ہے
عشق کا کاروبار دیرینہ

تونے خسرو سے آ کے چھین لیا
اس کا صبر و قرار دیرینہ

خسرو

سرو را با قد تو ھستی نیست
میلش الا بسوی پستی نیست

در دھاں و میانت می بینم
نیستی ھست، لیک ھستی نیست

زھد با عشق در نیامیزد
بت پرستی خدا پرستی نیست

ست گفتی زعشق خسرو را
عشق دیوانگی است، مستی نیست

ترجمہ

سرو میں کوئی شان ہستی نہیں
کوئی خوبی سوائے پستی نہیں

اُس دہان و میاں کے کیا کہنے
ہست ہو کر بھی کوئی ہستی نہیں

زہد کو عاشقی سے کیا نسبت
بت پرستی، خدا پرستی نہیں

تو نے خسرو کو مست عشق کہا
عشق دیوانگی ہے مستی نہیں

خسرو

تن پاکت کہ زیر پیرهن است
وحده، لاشریک لہ چہ تن است

هست پیراهنت چو قطرۂ آب
کہ تنک گشتہ بر گل و سمن است

باخودم کش درون پیراهن
کہ تو جانی و جان من بدن است

تازیم در غم تو جامہ درم
وز پس مرگ نوبت کفن است

ترجمہ

یہ بدن زیرِ پیرہن کیا ہے
اللہ اللہ! یہ بدن کیا ہے

ہے ترے پیرہن کا اک پرتو
ورنہ حسنِ گل و سمن کیا ہے

مجھ کو بھی اپنے پیرہن میں سمو
چارہ اب اور جانِ من کیا ہے

عمر بھر میں نے کی ہے جامہ دری
بعد مرنے کے یہ کفن کیا ہے

خسرو

بی تو امید ندارم کہ زمانی بزیم
سہل آنست کہ تا چند بجانی بزیم

رخصت زیستنم نیست ز چشم تو ولی
گر دھد غمزۂ شوخ تو امانی بزیم

چون دھان تو یقین نیست رھا کن بازی
چند گاھی کہ توانم بہ گمانی بزیم

خسروم لیک چو فرھاد شدم کشتۂ عشق
گر بگوئی کہ چگونست فلانی بزیم

ترجمہ

غم فرقت میں جو جینے کا سماں ہو تو جیوں
یعنی اک جان کے بعد اور بھی جاں ہو تو جیوں

تیری آنکھیں مجھے جینے نہیں دیتیں اک پل
شوخ غمزوں سے ترے مجھ کو اماں ہو تو جیوں

بے یقینی کا یہ عالم ہو تو جینا کیسا
ایک پل بھی مجھے جینے کا گماں ہو تو جیوں

یوں تو خسرو ہوں پہ فرہاد سا ہوں کشتۂ عشق
گر مجھے تیری توجہ کا گماں ہو تو جیوں

خسرو

دلی دارم زهجران پاره پاره
جگر هم گشته پنهان پاره پاره

بیاکت بینم و همچو سپندی
بر آتش آفکنم جان پاره پاره

چه خوش حالی که گردم گرد کویت
دلی پر خون، گریبان پاره پاره

ز پیونت نخواهد شد جدا دل
کنیش ار خود به پیکان پار پاره

بکویت کرده‌ام شب گریۂ خون
جگر اینک بدامان پاره پاره

ترجمہ

ہوئے غم میں دل و جاں پارہ پارہ
ہوئے ہیں دونوں پنہاں پارہ پارہ

کروں میں تیرے روئے آتشیں پر
نچھاور یہ دل و جاں پارہ پارہ

کہاں قسمت کہ جاؤں اس گلی میں
لیے اپنا گریباں پارہ پارہ

جدا تجھ سے کبھی یہ دل نہ ہوگا
کرے تو لاکھ اے جاں پارہ پارہ

مری ان خونفشاں آنکھوں سے شب کو
جگر تھا تا بداماں پارہ پارہ

خسرو

نو بہار است و گل و موسم عید ای ساقی
بادہ نوش و گذر از وعد و وعید ای ساقی

حاصل از عمر ندارد بجز از حسرت و درد
هر کہ عید است ز میخانہ بعید ای ساقی

گشت پیمانہ چو تسبیح روان در کف شیخ
تا ز لعل تو یکی جرعہ چشید ای ساقی

روز محشر نبود هیچ حسابش بیقین
هر کہ در کوی مغان گشت شهید ای ساقی

بارها کردہ بدم توبہ ز می باز مرا
چشم مست تو بمیخانہ کشید ای ساقی

ترجمہ

عید ہے، موسم گل کی ہے فضا اے ساقی
چھوڑ یہ وعدے، اٹھا جام، پلا اے ساقی

تیرے میخانے سے کیا اُس کو ملا اے ساقی
عید کے روز بھی جو پی نہ سکا اے ساقی

شیخ کے ہاتھ میں ہے صورت تسبیح رواں
تیرے لب نے اُسے کیا جام دیا اے ساقی

کیا عذاب اور ثواب اس کے لئے روز حساب
وہ جو میخانے میں جاں دے کے اٹھا اے ساقی

کر کے توبہ میں چلا آیا تھا میخانے سے
تیری مست آنکھوں نے پھر کھینچ لیا اے ساقی

خسرو

ای نسیم صبح دم یارم کجاست
غم ز حد بگذشت دلدارم کجاست

خواب در چشم نمی آید بشب
آن چراغ چشم بیدارم کجاست

دوست گفت آشفتہ گرد و زار باش
دوستان آشفتہ و زارم، کجا ست

نیستم آسودہ از کارش دمی
یار آن آسودہ از کارم، کجاست

تا بگوش اُو رسانم حال خویش
نالہ ھای خسرو زارم کجاست

ترجمہ

اے باد صبا وہ مرا دلدار کہاں ہے
غم حد سے گذرنے لگا، غمخوار کہاں ہے

کافور ہوئی نیند مری ظلمت شب میں
وہ روشنی دیدۂ بیدار کہاں ہے

چاہا تھا کسی نے کہ پریشاں ہو دلِ زار
لو ہو گیا آشفتہ دل زار، کہاں ہے

میں حال سے اُس کے کبھی غافل نہیں اک پل
پر مجھ سے ہے غافل مرا دلدار کہاں ہے

میں جا کے کہوں ہے اس سے ترا حال پریشاں
خسرو کی سی بے تابی گفتار کہاں ہے

خسرو

از دو زلف تو شکن وام کنم
وز برای دل خود دام کنم

از پی آنکه برویت نرسد
چشم بد را بخن رام کنم

تا تو نمائی رو، گیرم زلف
تا رخت چاشت کند، شام کنم

چشم از زلف سیاہ تو کشم
گلہ از محنت ایام کنم

نیست حلوای تو بھر خسرو
چہ بدان لب طمع خام کنم

ترجمہ

گیسوے یار ایک کام کروں
دل کو پھر سے اسیر دام کروں

رخ سے تیرے رہے چشم بد دور
ایسی باتوں سے اُسے رام کروں

ڈھانک لوں زلف سے تیرا چہرہ
صبح نظارہ کو میں شام کروں

تیری زلفوں سے بٹالوں نظریں
گلۂ گردش ایام کروں

لب شیریں نہیں قسمت میں مری
خسرو پھر کیوں ہوسِ خام کروں

خسرو

روی یار از سبزهٔ تر بوستانی یافت نو
چشم من بهر تماشا گلستانی یافت نو

تا لب اُو در تہ ہر موی خط جان نمود
بندہ زآن لب در تہ ہر موی جانی یافت نو

بسکہ نو نو داستانت فتنہ شد بر ہر زبان
ہر زبان از قصہ من داستانی یافت نو

بسکہ سودم روی زرد خویش بر خاک درت
باد ہر دم ز آستانت زعفرانی یافت نو

ترجمہ

حسن کو اک لہلہاتا بوستان نو ملا
چشم نظارہ کو میری گلستان نو ملا

ان لبوں میں تازہ موج زندگی رقصاں ہوئی
لذت بوسہ کو اک پیغام جان نو ملا

مجھ سے قصہ سُن کے ہر اک تیرا گرویدہ ہوا
ہر زباں کو گویا ذوق داستان نو ملا

تیری خاک در پہ رکھا میں نے اپنا روئے زرد
آستان مہکا، ہوا کو زعفران نو ملا

خسرو

از من ای سادہ پسر دور مشو
بر شکستہ مگذر، دور مشو

مردنم از غم تو نزدیک است
یک زمانیم ز سر دور مشو

تری دیدہ پُر خون دیدی
وہ کزین دیدۂ تر دور مشو

مرو از پیش من و بھر خدا
مطلق از پیش نظر دور مشو

ترجمہ

ہر چند بے نیاز ہے مجھ سے مگر نہ جا
یوں مجھ کو چھوڑ کر مرے جان نظر نہ جا

جاں آگئی ہے میری لبوں، پر ذرا ٹھہر
پل بھر کے واسطے بھی اِدھر سے اُدھر نہ جا

تو دیکھ ہی چکا ہے مری حالت زبوں
ہے کیسی خونفشاں یہ مری چشم تر، نہ جا

ہے منتظر تری، نگہ واپسیں مری
اے آخری امید وصال نظر، نہ جا

خسرو

ای در دل من چو جان نشستہ
در سینہ درون نہان نشستہ

بالاست کہ راست کردہ تیری است
تیری است بمغز جان نشستہ

جان بر لبم آمد و نرفتہ
تا نام تو بر زبان نشستہ

من غرقہ و دست و پا زنان وای
می خند تو بر کران نشستہ

ترجمہ

آتا نہیں نام گو زباں پر
تو نقش ہے مری لوح جاں پر

قد تیرا ہے اک کھنچا ہوا تیر
وہ تیر کہ آ لگا ہے جاں پر

جاں آ کے لبوں پہ رک گئی ہے
نام آیا ترا مری زباں پر

منجدھار میں کھا رہا ہوں غوطے
ساحل پہ کھڑا ہے تو کہاں پر

خسرو

ای همنفساں کہ پیش یاريد
این شکر چرا نمی گذاريد

ای دیده و دل اگر بگرييد
شاید کہ شما گناهگاريد

ای محنت و غم سگ شمايم
کز دوست مرا بیادگاريد

ای طائفہ ای کہ درد تان نیست
هیهات کہ در کدام کاريد

گر در دل تان غمی نگنجد
بر سینۂ خسروش گماريد

ترجمہ

اس جان جہاں کے پاس ہو تم
اس بات کا شکر ادا کرو تم

اے دیدہ و دل تڑپ رہے ہو
شاید کہ گناہگار ہو تم

اے درد و الم تمہارے قرباں
اُس دوست کی یادگار ہو تم

کیا لوگو تمہاری زندگی ہے
چھوٹا سا بھی غم نہ سہ سکو تم

جو درد تمہیں نہ راس آئے
خسرو کے لئے چھوڑ دو تم

خسرو

آن سرو خرامندہ کہ جستم، ببر آمد
وان بخت کہ پیش آمدہ بد، پیشتر آمد

بر لالۂ گلبرگ دماغم رسد امروز
کز زلف توام بوی نسیم سحر آمد

آئینۂ جاں روی نما می کشمت بیش
کائینہ رخسار توام درنظر آمد

در مردم من، مردمک دیدہ نگنجد
اکنوں کہ مرا روی تو در چشم تر آمد

ترجمہ

اس سرو خراماں کے پہنچنے کی خبر آئی
وہ پہلو میں آبیٹھا، خبر دل میں اتر آئی

رقصاں ہے تصور میں مرے لالۂ گلبرگ
زلفوں سے تری بوی نسیم سحر آئی

اے جان مرا آئینہ جاں تجھ پہ تصدق
آئینہ رخ کی ترے تصویر نظر آئی

آنکھوں میں سماتیں نہیں خود مری نگاہیں
آزے مری نظروں کے مری چشم تر آئی

خسرو

عاشق شدم و محرم این کار ندارم
فریاد کہ غم دارم و غم خوار ندارم

یک سینہ پر از قصۂ ہجر است و لیکن
از تنگ دلی طاقت گفتار ندارم

آن عیش کہ یاری دہدم صبر، ندیدم
و ان بخت کہ پرسش کنم یار، ندارم

مرگم زتو دور افگند، اندیشہ‌ام این است
اندیشہ ازین جان گرفتار ندارم

چون شد دل خسرو ز نگہداشتن راز
چون ہیچکسی محرم اسرار ندارم

ترجمہ

عاشق ہوں کوئی محرم اسرار نہیں ہے
ہوں غمزدہ، صد حیف کہ غم خوار نہیں ہے

سینے میں تپاں ہیں مرے سو ہجر کے قصے
کیا بات کروں طاقت گفتار نہیں ہے

میں ضبط کروں یہ بھی مجھے تاب نہیں ہے
میں حال کہوں، دلبر دلدار نہیں ہے

ڈر ہے کہ بہت دور چلا جاؤں گا تجھ سے
جاں دینے سے ورنہ مجھے انکار نہیں ہے

اس راز کے اخفا سے ہوا خوں دل خسرو
صد حیف کوئی محرم اسرار نہیں ہے

خسرو

آن دل کہ دایمش سر بستان و باغ بود
گوئی ھمیشہ سوختۂ درد و داغ بود

ھر خانہ دوش داشت چراغی و جان من
می سوخت و بخانۂ من این چراغ بود

من بی خبر فتادہ در آن کوی مردہ وار
نالیدنم صدائی غلیواژ و زاغ بود

دی در چمن شدی و ز بوی تو شد خراب
بلبل کہ بوئیھا ز گلش در دماغ بود

رفتم بسوی باغ و بیادت گریستم
بر ھر گلی وگرنہ کرا یاد باغ بود

ترجمہ

دل میں مرے جو ولولۂ سیر باغ تھا
جیسے ہمیشہ سوختہ درد و داغ تھا

ہر گھر میں اک چراغ تھا روشن مگر یہ دل
جلتا رہا، یہی مرے گھر میں چراغ تھا

کل میں تھا اس کی کوچے میں بسمل پڑا ہوا
نالوں میں میرے شائبۂ شور زاغ تھا

بلبل تمہارے حسن کی خوشبو میں کھوگئی
پھولوں میں رہ کے جانے کہاں پر دماغ تھا

میں جا کے تیری یاد میں ہر گل پہ رو دیا
ورنہ یہاں کے سر و سودائے باغ تھا

خسرو

یا رب آن روی است یا گلبرگ خندان در نظر
یا رب آن بالاست یا سرو خرامان در نظر

ای خوش آن ساعت کہ بینم آن رخ و گیرم لبش
بادۂ خوش بر کف و گلنار خندان در نظر

در تو می بینم ز دود دل ز حسرت بی قرار
تشنہ را کی سود دارد آب حیوان در نظر

یک زمان از دل فرونائی ھمہ شب تا بروز
گرچہ باشد تا بروزم ماہ تابان در نظر

در نظرھا صورت جان گر نیاید گومیا
در تو بینم کایدم چیزی بہ از جان در نظر

ترجمہ

روے جانان ہے کہ ہے گلبرگ خندان سامنے
ہے قدِ زیبا کہ ہے سرو خراماں سامنے

آج میں ہوں اور لب و رخسار جاناں سامنے
جام رنگیں ہاتھ میں، گلنار خنداں سامنے

پاس تو ہے اور دل کی بیقراری ہے وہی
تشنہ لب ہوں اور ہے اک آب حیواں سامنے

تیرے رخ پر اک نظر کافی ہے تسکیں کے لئے
لاکھ ہوں نظارہ ہاے ماہ تاباں سامنے

جان کی پروا نہیں، یہ جان جاتی ہے تو جائے
جان سے بڑھ کر ہے تو اے جان جاناں سامنے

خسرو

کار دلم از دست شد، ای دلربا فریاد رس
تنہا فراقم می‌کشد آخر بیا فریاد رس

تا چند بر من دمبدم، از هجر عاشق کش ستم
بهر منت گر نیست غم، بهر خدا فریاد رس

تا کی رقیبت هر زمان در خون . گوید سخن
یا هم بدست خود زمن خونریز یا فریاد رس

تا از تو دلبرم مانده‌ام، بیخواب و بیخود مانده‌ام
چون در غمت درمانده ام درمانده را فریاد رس

آن هر دو چشم دلستان از عالمی بر بود جان
یک جان خسرو را از آن هر دو بلا فریاد رس

ترجمہ

دل ہاتھ سے جاتا رہا، اے دلربا فریاد سن
مارا ہوا ہوں ہجر کا آ بے وفا فریاد سن

کب تک یہ مجھ پر دمبدم درد جدائی کے ستم
تجھ کو نہیں گر میرا غم بہر خدا فریاد سن

کب تک رقیب رو سیہ تجھ سے کریگا مشورہ
ہو خود ہی خنجر آزما، یا آپ آ فریاد سن

کب تک یہ میری بیدلی، یہ بیکسی یہ بے بسی
آچارۂ بے چارگی کر آپ یا فریاد سن

آنکھیں ہیں تیری کیا بلا تنگ آگئی خلق خدا
کس دکھ میں ہے خسرو ترا آکر ذرا فریاد سن

خسرو

رفتی و شد بی‌تو جانم زار باز آ و ببین
سینہٴ دارم ز ھجر افگار باز آ و ببین

بر سر راہ تو زان بادی کہ از سُویت رسید
دیدہٴ من پر خس و پر خار باز آ و ببین

گر بیائی و بہ بنی حال من از گفت من
بو کہ بزیم جان من یکبار باز آ و ببین

چون تو رفتی از من و من ازخود اکنون لطف کن
گاہ رفتن آخرین دیدار باز آ و ببین

گر نہ دیدی سوزش مجنون ز درد و داغ عشق
درد و داغ خسرو و غمخوار باز آ و ببین

ترجمہ

غم سے کیا ہے میرا حال زار آ اور دیکھ لے
ہجر میں یہ سینۂ افگار آ اور دیکھ لے

تیری رہ سے جب کوئی جھونکا ہوا کا آگیا
ہوگئیں آنکھیں مری پُر خار آ اور دیکھ لے

تو جو آئے اور سن لے مجھ سے میرا حال زار
جی اٹھوں شاید میں پھر اک بار آ اور دیکھ لے

تو جُدا مجھ سے ہوا تھا اور میں اپنے آپ سے
اس گھڑی وہ آخری دیدار آ اور دیکھ لے

تو نے گر دیکھا نہیں مجنوں کا درد و سوز عشق
درد و سوز خسرو غمخوار آ اور دیکھ لے

خسرو

فزوں شد عشق جاناں روز تا روز
کجا زین پس شب ما و کجا روز

زبیھوشی ندانم روز و شب را
شبم گوئی یکی گشت است با روز

چہ خفتی خیز ای مرغ سحر خیز
ترا روزی ھمی باید مرا روز

مگو جانا کہ روزی بر تو آیم
ندارد چون شب اندوہ ما روز

چہ عیش است این کہ خسرو را بہ ھجرت
شود ھر شب بہ زاری و دعا روز

ترجمہ

اگر یوں ہجر میں بڑھتا گیا دن
پھر اپنی رات کیسی اور کیا دن

خبر مجھ کو نہیں کچھ روز و شب کی
سیہ راتوں میں میری کھو گیا دن

تجھے روزی ملے گی اور مجھے روز
اُٹھ اے مرغ سحر لے وہ چڑھا دن

نہ کہہ مجھ سے کہ اک دن آؤں گا میں
نہیں اپنی شب اندوہ کا دن

یہ کیسی زندگی خسرو کہ ہر شب
بڑی مشکل سے آتا ہے مرا دن

خسرو

برفت آن دل کہ با صبر آشنا بود
چہ می گویم نمی دانم کجا بود

ھمہ شب دیدہ ام خفتن ندادہ است
کہ بوی گلرخ من با صبا بود

منال ای بلبل از بد عھدی گل
کہ تا بود است خوبی بی وفا بود

غنیمت داں وصال ای ھمنشینش
خوش آن وقتی کہ آن دولت مرا بود

غمت بس بود، بد گفتن چہ حاجت
ترا گر کشتن خسرو روا بود

ترجمہ

خدا جانے اِسے کیا ہو گیا تھا
کبھی یہ دل مرا صبر آشنا تھا

مجھے سونے دیا نہ ایک پل بھی
یہ فتنہ سب ترا باد صبا تھا

یونہی نالاں ہے جور گل پہ شبنم
یہاں جو بھی حسیں تھا بے وفا تھا

غنیمت ہے وصال، اے ہمدم دوست
کبھی یہ بخت ہم کو بھی ملا تھا

یہ غم کافی تھا اُس کے مارنے کو
تجھے گر خون خسرو ہی روا تھا

خسرو

دل کہ بہ غم داد تن آرزوی جان خرید
برگ گیاھی بداد سروِ خرامان خرید

ھجدہ ھزاران جھان ھر کہ بھای تو داد
وانگہ بھفدہ درھم یوسفِ کنعان خرید

تلخیِ ھجران یار زھر ھلاھل فشاند
بندہ بہ نزدیک خویش چشمۂ حیوان خرید

دل بوفا نہ کنون جان دہ و لب را نثار
کاین دل نادان من عشقِ فراوان خرید

ھر کہ متاع وجود ریخت ببازار عشق
عمر بقیمت فروخت، عشق بارزان خرید

ترجمہ

دل کو کیا نذرِ غم، آرزوِ جاں ملا
گھاس کا تنکا دیا، سروِ خراماں ملا

جس نے ہزاروں جہاں دے کے خریدا تجھے
چند درم میں اُسے یوسفِ کنعاں ملا

ہجر کی تلخی نہ تھی زہر ہلاہل تھا وہ
میں یہ سمجھتا رہا، چشمۂ حیواں ملا

پاس ہے جو کچھ ترے نذرِ وفا کر اسے
اے دلِ ناداں تجھے عشقِ فراواں ملا

عشق کے بازار میں رکھ دی متاعِ حیات
عمر کی قیمت پڑی، عشق بھی ارزاں ملا

خسرو

من آن ترکِ طنّار را می شناسم
من آن شوخ بد ساز را می شناسم

شہم تازہ شد جان بد شنام مستی
تو بودی، من آواز را می شناسم

بہ بینید تا می توانید در وی
کہ من آن سر انداز را می شناسم

نہ بینم بسُویش زبیم دو چشمش
کہ آن ہر دو غماز را می شناسم

زمن پرس ذوقِ سخن ھای خسرو
کہ من آن رہ و ساز را می شناسم

ترجمہ

اُس ستمگر، بت طنّاز کو پہچانتا ہوں
اس کی بے مہریِ انداز کو پہچانتا ہوں

کل عجب کیف میں اک مست تھا دشنام طراز
تو ہی تھا، میں تری آواز کو پہچانتا ہوں

اُس کی اس سادگی ناز سے بچ کر رہنا
اُس کے شرمیلے سے انداز کو پہچانتا ہوں

اُس کے چہرے پہ نظر ڈالتے ڈر لگتا ہے
اُس کے دو دیدۂ غمّاز کو پہچانتا ہوں

پوچھ مجھ سے کہ ہے کیا ذوق سخن خسرو کا
اس کی میں طرز سخن ساز کو پہچانتا ہوں

خسرو

یاری کہ بر جدائی اویم گمان نبود
ماھی نبود آن کہ شبی درمیان نبود

گل آمد و بباغ رسیدند بلبلان
و آن مرغ رفتہ را ھوسِ آشیان نبود

ز امید وصل زیستنم بود آرزو
ورنہ فراق یار بجانم گران نبود

رفتم ببوی صحبت یاران بسوی باغ
گوئی بباغ ز آن ھمہ گلھا نشان نبود

خسرو اگر گل تو ز گلزار شد منال
دانی کہ ھیچگہ چمن بی خزان نبود

ترجمہ

جائے گا ایسے چھوڑ کے مجھ کو، گماں نہ تھا
شب کون سی تھی جب وہ مرا مہماں نہ تھا

سب آئے مرغِ رفتہ نہیں آیا لوٹ کر
جیسے چمن میں اس کا کبھی آشیاں نہ تھا

میں وصل کی امید پہ زندہ ہوں ورنہ دوست
جاں کے عوض فراق کچھ ایسا گراں نہ تھا

یاروں کی یاد لے گئی مجھ کو کشاں کشاں
گلشن میں اُن گلوں کا کہیں بھی نشاں نہ تھا

گلشن سے چل بسا گلِ خسرو تو کیا ہوا
یہ دہر تو کبھی چمن بے خزاں نہ تھا

خسرو

تنگ نبات چون بود لب بگشا کہ ھمچنین
آب حیات چون رود خیز وبیا کہ ھمچنین

ھر کہ بگویدت کہ تو دل بچہ شکل می بری
از سرکوی ناگھاں مست بر آ کہ ھمچنین

ھر کہ بگویت کہ جان چو بود اندرون تن
یک نفسی بیا نشین در بر ما کہ ھمچنین

ھر کہ بگویدت کہ گل خندہ چگونہ می زند
غنچہ شکرین خود باز کشا کہ ھمچنین

ھر کہ نخواند ھیچگہ نامہ عشق چون بود
قصۂ حال خسروش بازنما کہ ھمچنین

ترجمہ

موج شکر ہے چیز کیا موجۂ لب ہلا کہ یوں
آب حیات ہے رواں، چل کے ذرا دکھا کہ یوں

گر کوئی پوچھے جان جاں شیوۂ دلبری ہے کیا
آ کسی رہ سے ناگہاں مستی میں جھوم جا کہ یوں

پوچھے اگر کوئی ہے کیا یہ تن و جاں کا ماجرا
اک گھڑی کے لئے ذرا پہلو میں بیٹھ جا کہ یوں

تجھ سے اگر کوئی کہے ہنستا ہے پھول کس طرح
سر خوشیِ جواب کے کیف میں مسکرا کہ یوں

گر نہ کسی نے ہو پڑھا، نامۂ عشق شے ہے کیا
خسرو کا حال جانگزا پڑھ کے اُسے سنا کہ یوں

خسرو

مرا با تو کہ شب بیداریِ بود

ز تو نازی و از من زاریِ بود

نبد جای دلیری در غم عشق

کہ بخت خفتہ را بیداری بود

صبوری گرچہ بس دیوانگی کرد

شبش با آشنایاں یاری بود

بہ شغل دیدنت خوش بود جانم

اگرچہ خلق را بیکاری بود

فروان گرم پُرسی کرد آن ھم

ز آبِ دیدہ ام دلداریِ بود

جمالت آشتی داد آنکہ یک چند

میان و تن بیزاری بود

ترجمہ

آہ وہ رات بھر کی بیداری
تھا اُدھر ناز اور اِدھر زاری
غم تھا افسردگی کے عالم میں
بخت کو راس آئی بیداری

صبر ہوتا ہے یوں تو بیگانہ
رات تھی اس کی یاروں سے یاری

میں تھا تیرے جمال سے سرشار
لوگ تھے محوِ شغل بیکاری

اُس نے کچھ ایسے پرسشِ غم کی
آگئی اس میں شان دلداری

ہوگئی دور لمحہ بھر کے لیے
جان کو تن سے تھی جو بیزاری

خسرو

ای کاش مرا با تو سروکار نبودی
تا دیدہ و دل ہر دو گرفتار نبودی

برداشتمی این دل در گوشہ فتادہ
گر از غم و اندیشہ گرانبار نبودی

مُردم ز جفای تو و کس زندہ نماند
در عالم اگر یار وفادار نبودی

دشوار شد احوال من و دوست نداند
گر دوست بدانستی، دشوار نبودی

خسرو اگرت دیدہ بخوبان نفتادی
از غمزۂ خوبان دلت افگار نبودی

ترجمہ

اے کاش مجھے تجھ سے سروکار نہ ہوتا
دل میرا محبت میں گرفتار نہ ہوتا

میں خود ہی اُٹھا لاتا تڑپتے ہوئے دل کو
یوں بوجھ سے غم کے جو گرانبار نہ ہوتا

یہ جور و ستم تیرے تو اک آفت جاں تھے
دنیا میں اگر یار وفادار نہ ہوتا

دشواریِ غم کا اُسے احساس نہیں ہے
ورنہ یہ مرا حالِ دلِ زار نہ ہوتا

کرتا نہ جو اس طرح حسینوں کا نظارہ
یوں خسروِ بیچارہ دل افگار نہ ہوتا

خسرو

تن پیر گشت و آرزوی دل جوان ہنوز
دل خوں شد و حدیث بتان بر زبان ہنوز

عمرم بآخر آمد و روزم بشب رسید
مستی و بت پرستی من ہمچنان ہنوز

عالم تمام پُر ز شہیدانِ خستہ گشت
ترک مرا خدنگ بلا دَر کمان ہنوز

بیدار ماند شب ہمہ خلق از نفیر من
وان چشم نیم مست بخواب گران ہنوز

ہر دم کرشمہ ہای وی افزون و آنگہی
خسرو ز بند اُو بہ اُمید امان ہنوز

ترجمہ

بوڑھا ہوں، پر ہے آرزوے دل جواں ابھی
دل خوں ہوا، زباں پہ ہے ذکر بتاں ابھی

صبح حیات ڈوب گئی شامِ زیست میں
سرمستیوں کا میری وہی ہے سماں ابھی

لاشے تڑپ رہے ہیں شہیدوں کے ہر طرف
اس تُرک کے ہے ہاتھ میں تیر و کماں ابھی

نالوں سے میرے رات سبھی جاگتے رہے
طاری ہے چشم مست پہ خواب گراں بھی

واں جور کا یہ حال، یہ خسرو کو دیکھیے
دل میں لئے ہوئے ہے امید اماں ابھی

خسرو

گرچه ز خوی نازکت سوخته گشت جان من
سوی تو می‌کشد هنوز این دل ناتوان من

بسکه تو شوخ و دلبری گم شود ار دل کسی
گرچه که دیگری برد، بر تو بود گمان من

خواب نماند خلق را در همه شهر از غمت
دور شنیده می‌شود در دلِ شب فغان من

دور مکن ز دامنش گرد من ای صبا از آنک
در ره اُو ازین هوس، خاک شد استخوان من

ترجمہ

گو تری خوے ناز نے کر دیا نیم جاں مجھے
پھر بھی اُدھر ہی لے چلا یہ دل ناتواں مجھے

تو ہے وہ شوخ دلربا، دل جو کسی کا کھو گیا
گرچہ تھا کام اور کا، تجھ پہ ہوا گماں مجھے

شور سے سارے شہر میں خلق خدا نہ سو سکی
لے گئی دور دور تک رات مری فغاں مجھے

میں تو اسی کی چاہ میں، ہو گیا خاک راہ میں
دیکھ صبا اڑا نہ دے جان کے رائگاں مجھے

خسرو

سبزہ ھا نو دمید و یار نیامد
تازہ شد باغ و آن نگار نیامد

خوبرویاں بسی بدیدم لیک
دلِ گم گشتہ برقرار نیامد

با چنین آہ و اشک چو باران
شاخ امید من ببار نیامد

خون دل خوردم و بسوختم، آری
بر کس آن بادہ خوشگوار نیامد

ترجمہ

سبزہ مہکا ہے حیف یار نہیں ہے
باغ ہے، جانِ نو بہار نہیں ہے

ہر طرف جلوے خوبروؤں کے ہیں
کیا کروں دل ہی برقرار نہیں ہے

لاکھ اشکوں نے آبیاری کی ہے
کوئی امید برگ و بار نہیں ہے

خون دل پی کے جل اٹھا میں ہاں
یہ مےِ غم ہے، خوشگوار نہیں ہے

خسرو

دلبر من دوش کہ مہمان رسید
در شب ہجرم مہِ تابان رسید

ذرہ نم از پرتو خورشید یافت
مورچہ را ملک سلیمان رسید

سایہ صفت پست شدم زیرِ پاش
چوں بمن آن سرو خرامان رسید

آتش دل کشتہ شد و من شدم
زندہ چون آن چشمۂ حیوان رسید

زیستنم باز مبارک کہ باز
در تن مردہ قدمِ جان رسید

ترجمہ

آج یہ کون سا مہمان آیا ہے
شب غم میں مہ تاباں آیا

ذرے کے سینے میں اُترا خورشید
مور کے گھر میں سلیماں آیا

میں گرا پاؤں پہ سایہ بن کر
کون سا سروِ خراماں آیا

پھر سے آسودہ ہوئے یہ دل و جاں
جونہی وہ چشمۂ حیواں آیا

تن میں پھر تازگی جاں آئی
پھر کوئی خلد بداماں آیا

خسرو

ای فتنہ ز چشم تو نشانی
بالای تو آب زندگانی

دود از دل عاشقان بر آرد
حسن تو ز آتشِ جوانی

ھر شب منم و خیال زلفت
شبھای دراز و پاسبانی

من خواھم داد جان بہ عشقت
ھر چند تو قدر آن ندانی

خسرو کہ بمرد، زندہ گردد
گر دم دھدش مسیح ثانی

ترجمہ

فتنہ تری آنکھ کی نشانی
قد تیرا ہے آب زندگانی

عشاق کے دل جلا دیے ہیں
توبہ تری آتشِ جوانی

رات اور خیال زلف و عارض
شب ہاے دراز و پاسبانی

میں نے تو لٹا دیے دل و جاں
پر قدر نہ تونے اس کی جانی

خسرو کو حیات تازہ مل جائے
دم پھونکے اگر مسیح ثانی

خسرو

سوی من بین کہ ز هجرت بگذار آمده‌ام
روی بنمای کہ پیشت بہ نیاز آمده‌ام

بہ سرِ زلفِ درازت کششی داشتمی
زان کشش کرده بہ شب‌های دراز آمده‌ام

گر در ابروی تو بینم من مدهوش، مرنج
چہ کنم مست بہ محرابِ نماز آمده‌ام

از تو رفتم چہ کنم صبر چو نتوانستم
اینک آشفتہ و عاجز شده، باز آمده ام

ترجمہ

لے کے نذرانۂ صد عجز و نیاز آیا ہوں
بن کے آتشکدۂ سوز و گداز آیا ہوں

دل پہ چھائی رہی زلفوں کی درازی کی کشش
کس طرح کاٹ کے شب ہائے دراز آیا ہوں

تیرے ابرو پہ نظر پڑ گئی مدہوشی میں
مست ہوں ، جانب محراب نماز آیا ہوں

میں گیا تھا مگر اس دل نے کیا پھر مجبور
ہو کے آشفتہ سراپائے نیاز آیا ہوں

خسرو

جانا شبی بکوی غریباں مقام کن
چون جان دهیم در کف پایت، خرام کن

می کت حلال باد بنوش و خرام کن
بر زاهدانِ صومعه تقویٰ حرام کن

داری بزیرِ غمزه و لب مرگ و زندگی
تا چند جان دهم بزبان ناتمام کن

ای دل چو سوختی زهوس های خام خویش
عمرِ عزیز در سر سودای خام کن

خسرو نظر در آن رخ و وانگه حدیث صبر
اندازهٔ تو نیست، زبان را بکام کن

ترجمہ

پردیسیوں کے گھر میں کبھی آ قیام کر
ہم تجھ پہ جان نثار کریں تو خرام کر

مے تجھکو تو حلال ہے پی اور خرام کر
اِن زاہدان خشک پہ تقویٰ حرام کر

ہے تیرے زیرِ غمزہ و لب مرگ و زندگی
غمزے سے کام لے، کبھی لب سے کلام کر

اب زندگی گزار دے سودائے خام میں
کس نے کہا تھا تجھ سے ہوس ہائے خام کر

کرتا ہے اس کے روبرو خسرو حدیث صبر
بس روک لے زبان کو، قطع کلام کر

خسرو

دیدم بلای ناگھان عاشق شدم، دیوانہ هم
جانم بجان آمد همی از خویش و از بیگانہ هم

دیوانہ شد زو عشق هم، ناگہ برآورد آتشی
شد رخت شهری سوختہ خاشاک این ویرانہ هم

شمع اند خوبان کاهل دل دانند سوز داغ شان
این چاشنی ها اندکی دارد خبر پروانہ هم

چون خواب ناید هر شبی، خسرو فتادہ بر درت
در ماہ و پروین بنگرد، غم گوید و افسانہ هم

ترجمہ

اُس آفت جاں کو دیکھ کے دل، عاشق ہے اور دیوانہ بھی
ہیں سب کے سب اب دشمن جاں اپنا بھی اور بیگانہ بھی

کچھ ایسے شعلے بھڑک اٹھے، سب دشت و چمن ویران ہوئے
اس شہر کی خاکستر میں کہیں سویا ہے مرا ویرانہ بھی

ہیں شمعیں سب خوبان جہاں، ہیں اہل دل کا سوز نہاں
اس سوز درد کی لذت سے کچھ محرم ہے پروانہ بھی

یہ حال ہے غم میں خسرو کا، راتوں کو تیرے در پہ پڑا
گنتا ہے تارے، روتا ہے، کچھ کہتا ہے افسانہ بھی

خسرو

ای جان چو سخن گویم مستانہ و رندانہ
سرمستم و لا یعقل زان نرگس مستانہ

پُر شد ز سرشک خون، جانم ز غمت آری
پُرگشتہ مرا آخر در عشق تو پیمانہ

ای دوست سر زلفت در سینۂ من بکشا
زنجیر نہ این در را سرھاست درین خانہ

با عشق دو چشمش چوں رفتہ ز بی کویش
خسرو تو رھی رفتی رندانہ و یارانہ

ترجمہ

ہر حرف ہے سرمستی، ہر بات ہے رندانہ
چھائی ہے مرے دل پر وہ نرگس مستانہ

وہ اشک بہے غم میں، یہ جاں ہوئی غرق خوں
لبریز ہوا آخر یوں عمر کا پیمانہ

آ ڈال مرے دل میں زلفوں کے یہ پیچ و خم
آشفتہ سروں کا ہے آباد یہ خانہ

واللہ کشش کیا تھی مستی بھری آنکھوں کی
یہ راہ چلا خسرو، رندانہ و مستانہ

خسرو

ای حسنِ تو آفت زمانہ
روی تو بدلبری نشانہ

از زلف تو گاہ قبلہ بازی
مطروح دو رخ شدہ زمانہ

تیرم زنی و خوشم، کہ باری
بشناختی ام بدین بہانہ

گم گشتہ ای خسروا بکویش
یا ماند ترا مگر بخانہ

ترجمہ

ہر آن ادائے دلربانہ
یہ حسن ہے آفت زمانہ

اس زلف دو تا کی محویت میں
دو قبلوں میں کھو گیا زمانہ

ہر تیر لگا ہے میرے دل پر
پہچان کا ہے حسیں بہانہ

تو کھو گیا اُس گلی میں خسرو
یا ہو گیا تو مکین خانہ

خسرو

مرا بعشق، دل خویش نیز محرم نیست
کہ می زند دم بیگانگی و ھمدم نیست

تو رخ نمودی و عشاق را وجود نماند
کہ پیش چشمہ خورشید روز شبنم نیست

بہ زلف تو ھمہ دلھای سرد راست گذر
وگرنہ حالش ازین گونہ نیز برھم نیست

ھزار سال ترا بینم و نگردم سیر
ولی دریغ کہ بنیاد عمر محکم نیست

ترجمہ

محبت میں کوئی ہمدم نہیں ہے
مرا دل بھی مرا محرم نہیں ہے

جہاں تو ہو، وجود عاشقاں کیا
جہاں خورشید ہے شبنم نہیں ہے

سمایا ہے دلوں کا درد اس میں
یہ زلف اتنی یونہی درہم نہیں ہے

تجھے تو میں ہزاروں سال دیکھوں
مگر یہ زندگی محکم نہیں ہے

خسرو

رسید فصل گل باد عنبر افشان است
نگارخانہ جانان، بھشتِ رضوان است

بہ سرو باغ کہ بیند کنون کہ در ھر باغ
ھزار سرو جر گوشۂ خرامان است

عجب کہ جام نمی اُفتد از کفِ نرگس
چنانکہ او بغنودن فتان و خیزان است

بگوشہ ھای چمن برگ گل چو زمہء گوش
در اُو ز قطرہ نگر تا چو دُرِ غلطان است

چنین کہ نرگس و گل چشم را بصحن چمن
ھمی نھند مگر آستان سلطان است

ترجمہ

بہار آئی ہے اور باد عطر افشاں ہے
نگار خانہ جاناں، بہشت رضواں ہے

کہو تو اب کوئی سرو چمن کو کیا دیکھے
کہ گوشے گوشے میں سرو حسیں خراماں ہے

مجال کیا کفِ نرگس سے جام گر جائے
اگرچہ ذوق کی سرمستیوں میں رقصاں ہے

یہ ہلکی ہلکی سی دھوپ اور یہ رقصِ موج نسیم
جہاں بھی قطرۂ شبنم ہے دُرِ غلطاں ہے

کچھ اس طرح گل و نرگس ہیں محوِ نظارہ
کہ جیسے صحن چمن آستانِ سلطاں ہے

خسرو

ای بی‌خبر ز دیدهٔ بیخوابِ عاشقان
تا سوخته دلت ز تف و تابِ عاشقان

ذکر لب و دهان تو تسبیح بیدلان
نعل سُم سمند تو محرابِ عاشقان

شب خواب دیدمت به بر خویشتن ولی
آن بخت کو که راست شود خوابِ عاشقان

یک شب به میهمانیِ خونابهٔ من آی
تا بیخبر شوی ز می نابِ عاشقان

گرچه درون حجرهٔ جانهاست جای تو
هم ایمنی خطاست ز پُرتابِ عاشقان

ترجمہ

دل میں ترے نہیں ہے تب و تاب عاشقاں
کیا جانے کیا ہے دیدۂ بے خواب عاشقاں

ذکر لب و دہن ترا، تسبیح بیدلاں
نعل سمند ناز ہے محراب عاشقاں

کل رات خواب میں تھا مرا ہمکنار تو
پر اتنا خوش نصیب کہاں خواب عاشقاں

آ دیکھ پی کے جرعۂ خونابۂ جگر
ہے کتنی پر سرور مے ناب عاشقاں

ہر چند میرے حجرۂ جاں میں نہاں ہے تو
اک تیر بے خطا ہے یہ پُر تاب عاشقاں

خسرو

چو خواهم با تو حالِ خود بگویم، جا نمی یابم
وگر پیدا کنم جامی، ترا تنها نمی یابم

بجان و دل ترا جویم اگر ناگاه پیش آئی
ز شادی دست و پا گم میکنم، خود را نمی یابم

تعالی اللہ چہ گلزاری است حسن عالم افروزت
کہ گل در باغ خوبی چون رخت زیبا نمی یابم

ندارد هیچ پروای بحالِ زارِ مسکینان
کسی را از بتان مثلِ تو بی پروا نمی یابم

بکویت عاشقان مستند، اما در رہِ عشقت
بسانِ خسرو دیوانۂ شیدا نمی یابم

ترجمہ

میں رازِ دل کہوں، موقع کوئی ایسا نہیں ملتا
جو قسمت سے میسر ہو تو تُو تنہا نہیں ملتا

ہے تیری جستجو لیکن یہ محویت کا عالم ہے
اچانک تو جو مل جائے نشاں اپنا نہیں ملتا

تعالی اللہ کیا گلزار تیرا رخ زیبا
کہ باغ دہر میں تجھ سا گلِ رعنا نہیں ملتا

نہیں ہے تجھ کو مسکینوں کے حال زار کی پروا
زمانے بھر میں تجھ سا کوئی بے پروا نہیں ملتا

بہت ہیں عاشقانِ مست یوں تو راہِ الفت میں
پہ خسرو سا کوئی دیوانۂ شیدا نہیں ملتا

خسرو

بگویم حال خویشت لیک از آزار می ترسم
وگر ندهم برون ز اندیشهٔ گفتار می ترسم

معاذ الله که از مردن بترسم در غمت لیکن
ز داغ دوری و محرومیِ دیدار می ترسم

تو شب در خواب مستی و مرا تا روز بیداری
مخسپ ایمن که من زین دیدهٔ بیدار می ترسم

جوانی، خنده بر خونابهٔ پیران مکن زیرا
تو می خندی و من زین گریهٔ بسیار می ترسم

ز دردِ من دلت هر سوی زحمت می کند لیکن
زبی سامانی بخت پریشان کار می ترسم

ترجمہ

گر کہوں راز تو آزار سے ڈر لگتا ہے
نہ کہوں، شیوۂ گفتار سے ڈر لگتا ہے

غم میں جاں دینے سے ڈرتا نہیں لیکن مجھ کو
اپنی محرومیٔ دیدار سے ڈر لگتا ہے

مستیٔ خواب کو تیری کہیں برہم نہ کرے
مجھ کو اس دیدۂ بیدار سے ڈر لگتا ہے

تو جواں ہے کہیں ہنس دے نہ مری پیری پر
مجھ کو اس گریۂ بسیار سے ڈر لگتا ہے

تو اٹھاتا ہے مرے درد سے زحمت کیا کیا
اور مجھے بخت زیاں کار سے ڈر لگتا ہے

خسرو

آنکہ جان گویند خلقی آن توئی
وانکہ شیرین تر بود از جان توئی

شہرِ دل ویران شد از بیداد تو
ورچہ ویران تر شود، سلطانی توئی

از گران جانیِ من جانا مرنج
چون درونِ جانِ من پنہان توئی

در بلای فتنہ نتواں زیستن
دیر زی گرچہ یکی زیشان توئی

درد خسرو ہر زمان افزون ترست
از کہ گیرم عیب چون درمان توئی

ترجمہ

جاں جسے کہتے ہیں وہی جاناں ہے تو
جان سے بھی شیریں تر اے جاں ہے تو

شہرِ دل کو تو نے ویراں کر دیا
اور بھی ویران کر، سلطاں ہے تو

ہے گراں، میری گراں جانی تجھے
دیکھ میری جان میں پنہاں ہے تو

اس بلائے فتنہ میں جیتا ہے کون
کیا کروں خود فتنوں کا ساماں ہے تو

دردِ خسرو روز افزوں ہی سہی
فکر کیا درد کا درماں ہے تو

خسرو

رخ آن شوخِ پنهانی به بینید
کمالِ صنعِ یزدانی به بینید

در آن شکل و در آن چشم و در آن رُو
همه عالم به حیرانی به بینید

منِ بیچاره را کشته است خوش خوش
همی خندد، پشیمانی به بینید

چه داریدم ز عشق ای دوستان باز
رخ آن دشمنِ جانی به بینید

مرا از ناله وز آه و دم سرد
ز دل تا سینه ویرانی به بینید

همی جوید وفا از خوبرویان
دلم را حدِ، نادانی به بینید

ترجمہ

جمال دلبر جانی تو دیکھو
ظہور صنع یزدانی تو دیکھو

سب اسکے حسن میں کھوئے ہوئے ہیں
جہاں والوں کی حیرانی تو دیکھو

مجھے برباد کرکے ہنس رہا ہے
ستمگر کی پشیمانی تو دیکھو

مجھے تم عشق سے کیوں روکتے ہو
ادائے دشمن جانی تو دیکھو

نہیں دل میں مرے جز نالہ و آہ
مرے سینے کی ویرانی تو دیکھو

حسینوں سے وفا کی ہیں امیدیں
ذرا اس دل کی نادانی تو دیکھو

خسرو

سخن پیش رخش زیبا مگوئید
حدیث لالہ خود آنجا مگوئید

ھمی گویند کآن یکتا چہ نیکوست
در اُو شرحیست کان یکتا مگوئید

پیامی بشنوید از من و لیکن
نباشد یار تا تنہا، مگوئید

بگوئیدش غم و رنج من و دل
و لیکن از زبانِ ما مگوئید

چہ باشد ابر پیش چشم خسرو
ببازی قطرہ با دریا مگوئید

ترجمہ

کسی شے کو وہاں اچھا نہ کہنا
گل رعنا کو بھی رعنا نہ کہنا

جمال و حسن میں یکتا سہی وہ
مگر کچھ بات ہے، یکتا نہ کہنا

مرا پیغام لیکر جاؤ، لیکن
نہ جب تک یار ہو تنہا، نہ کہنا

سنا دینا مرا سب حال اُس کو
زباں سے تم مری اصلا نہ کہنا

کہاں ابر اور کہاں وہ چشم خسرو
یونہی قطرے کو تم دریا نہ کہنا

خسرو

ساقیا! بادہ دہ امروز کہ جانان اینجاست
سرِ گلزار نداریم کہ بُستان اینجاست

و گرم نُقل و شرابی نبود، گو کم باش
گریۂ تلخ و شکر خندۂ پنھان اینجاست

نالہ چندین مکن ای فاختہ کامشب در باغ
با گلی ساز کہ آن سروِ خرامان اینجاست

ھم ز در باز رو ای باد، نسیم گل را
باز بر باز کہ آن غنچۂ خندان اینجاست

خواہ ای جان برو و خواہ ھمی باش کہ من
مردنی نیستم امروز کہ جانان اینجاست

ترجمہ

ساقیا جام پلا آج، کہ جاناں ہے یہاں
کس کو پروائے گلستاں ہے کہ بُستان ہے یہاں

گر نہیں نقل و شراب آج میسر تو کیا
گریۂ تلخ و شکر خندۂ پنہاں ہے یہاں

فاختہ! آج کسی پھول سے دل بہلا لے
آج کی رات تو وہ سروِ خراماں ہے یہاں

اے ہوا آج نہ چل، لے کے نسیم گل کو
جا پلٹ جا کہ مرا غنچۂ خنداں ہے یہاں

جان جائے کہ رہے، مجھ کو نہیں اب پروا
آج میں مر نہیں سکتا کہ وہ جاناں ہے یہاں

خسرو

مستِ ترا بہ ہیچ می احتیاج نیست
رنج مرا ز ہیچ طبیبی علاج نیست

ای مہ مشو مقابلِ چشمم کہ با رخش
مارا بہ ہیچ وجہ بتو احتیاج نیست

تاراج گشت ملکِ دل از جورِ نیکوان
ای دل برو کہ بردہِ ویران خراج نیست

نقد دلی کہ سکہ وحدت نیافتہ است
آن قلب را بہ ہیچ ولایت رواج نیست

با دوست عرضِ حاجت خود چند می کنی
اُو واقف است حاجت چندین لجاج نیست

ترجمہ

وہ مستِ حسن جسے مے کی احتیاج نہیں
میں درد مند کہ جس کا کوئی علاج نہیں

نظر کے سامنے ہے اس کا چاند سا مکھڑا
نگاہِ شوق کو اب مہ کی احتیاج نہیں

لٹا ہوا ہے مرا دل کہ ہے دہِ ویراں
کہ جس کا اب کوئی حاصل نہیں، خراج نہیں

نظر میں اہل جہاں کے یہ نقد دل کیا ہے
وہ قلب جس کا کسی دیس میں رواج نہیں

نہیں ہے دوست سے کچھ عرضِ حال کی حاجت
وہ جانتا ہے کوئی حاجتِ لجاج نہیں

خسرو

دزدانہ درآمد از درم دوش
افگندہ کمندِ زلف بر دوش

برخاستم و فتادم از پای
چون اُو بنشست رفتم از ہوش

ہر کس کہ بہ بیندت بیک روز
ملک دو جہان کند فراموش

بی روی تو نوش می شود نیش
وز دست تو نیش می شود نوش

یک حلقہ بگوشِ خسرو انداز
کو بندۂ تست و حلقہ در گوش

ترجمہ

چپکے سے وہ آگیا شبِ دوش
پھیلائے کمندِ زلف بر دوش

وہ آیا تو دل خوشی میں ڈوبا
وہ بیٹھا تو کھو گئے مرے ہوش

جس نے تجھے ایک بار دیکھا
یہ دونوں جہاں ہوئے فراموش

تو پاس نہیں تو نوش ہے نیش
تو ہاتھ سے دے تو نیش ہے نوش

خسرو پہ بھی ہو نظر کرم کی
ہے تیرا قدیم حلقہ در گوش

خسرو

مائیم و شمع و یار در پیش
جامِ می خوشگوار در پیش

گل آمدہ و خزان گذشتہ
دَی رفتہ و نوبہار در پیش

وقتِ چمن و شگفتہ باغی
بی زحمتِ خار خار در پیش

دستم بلب و نظر بُرویش
مَی بر کف و لالہ زار در پیش

من بیہش و مست یار و یارم
نی مست نہ ھوشیار در پیش

ترجمہ

یہ رنگینیِ نو بہار اللہ اللہ
یہ جامِ مے خوشگوار اللہ اللہ

اُدھر ہیں نظر میں نظارے چمن کے
ادھر رُو برو روئے یار اللہ اللہ

اُدھر جلوۂ مضطرب، توبہ توبہ
اِدھر یہ دلِ بے قرار اللہ اللہ

وہ لب ہیں کہ ہے وجد میں موج کوثر
وہ زلفیں ہیں یا خلد زار اللہ اللہ

میں اس حالتِ ہوش میں مست و بیخود
وہ مستی میں بھی ہوشیار اللہ اللہ